العُروَہ فی مناسکِ الحجّ والعُمرَہ

فتاویٰ حج وعمرہ

حصّہ دہم

مصنّف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ النعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دار الإفتاء جمعیة إشاعة أهل السنّة)

مرتّب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسُنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

العُروةُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ و العُمْرَة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ دہم)

تالیف

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

نام کتاب : العُروَةُ فِیْ مَناسِكِ الحَجِّ وَ العُمْرَة

''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

تصحیح ونظر ثانی : مفتی محمد شہزاد قادری عطاری و متخصصین فی الفقہ

سن اشاعت : رمضان المبارک 1438ھ۔ جون 2017ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 278

تعداد اشاعت : 5500

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

عمرہ

احرام

مسافر

حج

منیٰ

رمی

مزدلفہ

قربانی

عذر

تمتع

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی تربیت کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیرِاہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ تربیت حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دار الافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر

فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء پھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میں شائع کئے گئے اور پھر حصہ نہم میں ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء اور ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء کے فتاویٰ ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء میں شائع کئے۔ اب ۱۴۳۷/ ۲۰۱۵ء کہ جس میں مفتی صاحب قبلہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہ جا سکے لیکن لوگ فون پر اور نیٹ پر ان سے یا حاجیوں کے عزیز جو کراچی میں تھے وہ بالمشافہ ان سے رابطہ کر کے مسائل حج معلوم کرتے رہے آپ کچھ زبانی دیئے اور کچھ تحریری جوابات لکھتے رہے وہ فتاویٰ اور ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء میں دوران حج لکھے گئے فتاویٰ کو ترتیب دیا گیا۔ جس میں مفتی محمد شہزاد قادری عطاری نے تخصص فی الفقہ کی جماعت کے ساتھ ان فتاوی کی نصوص کی تصحیح اور نظر ثانی فرمائی اور فتاویٰ کو مفتی محمد شہزاد اور تحریر فتوی کی تربیت حاصل کرنے کے لئے آنے والے علماء کرام نے ٹائپ کیا اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اس طرح دو حصے دسواں اور گیارھواں تیار ہوئے

جن میں سے دسواں حصہ اس ماہ یعنی جون میں ''جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان'' اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۷۸ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

العُروۃُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ و العُمُرَۃ

فتاویٰ حج وعمرہ

عمرہ

قرض لے کر عمرہ ادا کرنا

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ قرض سے عمرہ ادا کرنے کا کیا حکم ہوگا، کئی لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اس طرح کرتے ہیں اور ان کے بارے میں لوگ دو طرح کی رائے رکھتے ہیں، کچھ لوگ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ قرضہ لے کر عمرہ ادا کرنے سے عمرہ نہیں ہوگا جب کہ دوسروں کا خیال یہ ہے کہ عمرہ ادا ہو جائے گا، اب ان دونوں قسم کے لوگوں میں کن کا قول درست ہے؟

(السائل: محمد ریحان، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فریق اول کی یہ بات غلط ہے کہ ''قرض لے کر عمرہ ادا کرنے سے عمرہ ادا نہیں ہوتا''، قرض لے کر کیا گیا عمرہ ادا ہو جاتا ہے، لیکن ایسا کرنا محمود نہیں ہے کیونکہ عمرہ فرض یا واجب نہیں ہے کہ جس کے لئے بارِ قرض اُٹھایا جائے اور بلا ضرورت شرعیہ سوال ممنوع ہے، ہاں اگر سوال کئے بغیر کوئی کچھ دے دے تو اُس کے لینے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ دونوں نیک نیتی کے باعث ثواب پائیں گے چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ ''صحیح البخاری'' و ''صحیح مسلم'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا بھیجی، انہوں نے واپس حاضر کی کہ حضور نے ہمیں حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ لینے میں بھلائی ہے، فرمایا یہ بحالت سوال ہے اور جو بے سوال آئے وہ تو ایک رزق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے تجھے بھیجا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو چیز آئے گی لے لوں گا۔(۱)

۱۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الزکاۃ، سوال کسے جائز ہے کسے ناجائز، مسئلہ (۱۰۱) ۱۰/۳۰۳

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی حنفی متوفی ۱۳۶۰ھ ارشادِ ربانی ''خیر الزاد التقویٰ'' کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: بعض یمنی حج کے لئے بے سروسامانی کے ساتھ روانہ ہوتے تھے اور اپنے آپ کو مُتوکل کہتے تھے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر سوال شروع کر دیتے تھے اور کبھی غصب وخیانت کے بھی مرتکب ہوتے، اُن کے بارے میں آیہ کریمہ نازل ہوئی اور حکم ہوا توشہ لے کر چلو اوروں پر بار نہ ڈالو، سوال نہ کرو کہ بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔(۲)

اس لئے قرض سے ہر ممکن احتراز لازم ہے ضرورت شدیدہ کے علاوہ یہ بار اپنے اوپر نہیں لادنا چاہئے کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے روایت کیا کہ

حدثنا عبد اللہ بن یزید، حدثنا بن أبی أیوب قال سمعت رجلاً من قریش یقال له: أبو عبد اللہ کان یجالس جعفر بن ربیعة قال: سمعت أبا بردة الأشعری یحدث ین أبیه، عن النبی ﷺ قال: إن أعظم الذنوب عند اللہ عزّ و جلّ أن یلقاه عبد بها بعد الکبائر التی نهی أن یموت الرجل و علیه دین لابدع قضاء (۳)

یعنی، کبیرہ گناہ جن سے اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے اُن کے بعد عند اللہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے اُوپر دَین (قرض) چھوڑ کر مرے اور اُس نے اُس کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ چھوڑا ہو۔

اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی روایت کرتے ہیں:

قال سمعت نمرة بن عبد اللہ یقول سمعت عبد اللہ بن عمر یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم، لایزال الرجل یسال الناس حتی یأتی یوم القیامة لیس فی وجهه مزعة لحم (٤)

۲۔ خزائن العرفان، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۱۹۶

۳۔ المسند للإمام أحمد، ۳۹۲/٤

٤۔ الجامع لشعب الإیمان، باب فی الزکاۃ، فصل: ''فی الاستعفاف عن المسالة، برقم:

یعنی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی لوگوں سے سوال کرے حالانکہ نہ اُسے فاقہ پہنچا ہو اور نہ اُس کے اتنے بچے ہوں کہ جن کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اُس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔

اس لئے عمرہ کے لئے قرض لینے، لوگوں سے سوال کرنے سے بچے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا رہے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کرتا رہے کہ غیب سے انتظام ہو جائے۔

والله تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 966-F

رمضان میں عمرہ ادا کرنا افضل ہے یا حج کے مہینوں میں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حج کے مہینوں میں عمرہ افضل ہے یا رمضان میں؟ جب کہ لوگوں میں رمضان میں عمرہ کی فضیلت مشہور ہے اور نبی کریم ﷺ سے رمضان میں عمرہ ادا کرنا ثابت نہیں ہے اور حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ثابت ہے۔

(السائل: محمد صادق)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ ہمارے مذہب میں قول فعل پر راجح ہوتا ہے چنانچہ علامہ اسعد محمد سعید ساغرجی حنفی لکھتے ہیں:

والدليل القولي مقدم عندنا على الفعلي (۵)

یعنی، ہمارے نزدیک دلیل قولی (دلیلِ) فعلی پر مقدم ہوتی ہے۔

اور اشہرِ حج میں عمرہ افضل ہے یا ماہِ رمضان میں اس کے بارے میں علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

واختلفوا في فضل أوقاتها فبالنظر إلى فعله عليه السلام فأشهر

۵۔ التيسير في الفقه الحنفي، ص ۶۳۳

الحج أفضل، و بالنظر إلى قوله فرمضان أفضل للحديث الصحيح "عمرة فى رمضان تعدل حجة" (٦)

یعنی، علماء کرام نے عمرہ کی فضیلت والے اوقات میں اختلاف کیا ہے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے فعل مبارک کی طرف نظر کرنے سے اشہر حج افضل ہیں اور آپ ﷺ کے مبارک قول کی طرف نظر کرنے سے رمضان افضل ہے حدیث صحیح کی وجہ سے کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

رمضان شریف میں عمرہ کی فضیلت پر احادیث کُتُب حدیث میں مذکور ہیں چنانچہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری م متوفی: ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

"فإن عمرة فى رمضان حجة۔" (٧)

یعنی: رمضان میں عمرہ حج ہے۔

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی: ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:

فعمرةٌ فى رمضان تقضى حجّةً أو حجةً معى ۔" (٨)

یعنی: رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے:

فإن عمرة.فيه تعدل حجة۔" (٩)

یعنی: بے شک رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

لہٰذا ہمارے اُصول کے مطابق رمضان شریف کا عمرہ اشہر حج میں عمرہ سے افضل ہے۔

٦۔ البحر الرائق، كتاب الحج، باب الفوات، تحت قوله: و تصحيح فى السنة و تكره الخ، المحد الثالث، ١٠٣ تا ١٠٤

٧۔ صحيح البخارى، كتاب العمرة، با ب العمرة فى رمضان، برقم: ١٧٨٢، ص: ٢٨٦

٨۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فى فضل العمرة فى رمضان، برقم: ٣٠١٤، ص: ٥٨٤

٩۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فى فضل العمرة فى رمضان، برقم: ٣٠١٣، ص: ٥٨٣

اسی وجہ سے فقہاء کرام نے لکھا ہے: جیسا کہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ندبت فی رمضان (۱۰)

یعنی، عمرہ رمضان میں مستحب ہے۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥م F-967

پانچ اَیام میں عمرہ کی کراہت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا ایام حج میں عمرہ کرنا مکروہ ہے، اور اگر مکروہ ہے تو اس سے مراد کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ کیا حاجی وغیر حاجی دونوں کے لئے مکروہ ہے؟ اور اگر حاجی کے لئے مکروہ ہے تو اس میں تمام اقسام کے حاجی شامل ہیں مثلاً قارن، متمتع ومفرد؟ برائے کرم اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ:

عن عائشة رضی الله عنها أنها قالت: لا بأس بالعمرة فی أیّ أشهر السَّنَةِ ما خلا خمسة أیّام أو أربعة من السّنة: یوم عرفة و یوم النّحر و أیّام التّشریق (۱۱)

یعنی، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

۱۰۔ الدر المختار، کتاب الحج، سنن و آداب الحج، تحت قوله: و جازت فی کل السنة، ص۱۱۵۷

۱۱۔ کتاب الآثار لأبی یوسف، کتاب المناسك، باب الصید، برقم: ٥٣٤، ص۱۱۳۔ و

سال کے کسی بھی مہینے میں عمرہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں سوائے پانچ دنوں کے، یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق۔

امام محمد بن حسن شیبانی سے مروی روایت میں ہے کہ:

عن عائشة أمّ المؤمنين رضى الله عنها أنها قالت: لا بأس أى فى السنة شئت ما خلا خمسة أيام، يوم عرفة، و يوم النّحر، و أيّام التشريق (۱۲)

یعنی، امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کوئی حرج نہیں یعنی سال میں جب تو چاہے سوائے پانچ ایام کے یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق۔

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سے روایت ہے کہ:

عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالتُ: حلَّت العمرة فى السّنةِ كلّها إلَّا فى أربعةِ أيَّامٍ، يوم عرفة، و يوم النّحر، و لو مات بعد ذلك (۱۳)

یعنی: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہان فرمایا: کہ پورے سال عمرہ کرنا جائز ہے سوائے چار دنوں کے، یومِ عرفہ اور یوم نحر اگرچہ اس کے بعد موت آجائے۔

امام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

عن عائشة رضى الله عنها أنها كانت تكره العمرة فى هذه الأيام الخمسة (۱٤)

یعنی، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ عمرہ کو پانچ

۱۲۔ كتاب الآثار، كتاب الحج، باب العمرة فى أشهر الحج، برقم: ۳٤۳، ۳٦٤/۱

۱۳۔ السُنَن الكبرى للبيهقى، كتاب الحج، باب العمرة فى أشهر الحج، برقم: ۸۷٤۱، ٥٦٥/٤

۱٤۔ الهداية، كتاب الحج، باب الفوات، تحت قوله: و العمرة لا تفوت، ۱۔۲/۲۱٦، كتاب

ایام میں مکروہ جانتی تھیں۔

جس طرح ان ایام میں عمرہ کی کراہت اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ان ایام میں عمرہ کی ممانعت مروی ہے چنانچہ علامہ ابن ملک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

عن ابن عباس رضی الله عنهما أنه قال: لا تعتمر فی خمسة أیّام و اعتمر فیما قبلها و بعدها (١٥)

یعنی، پانچ دنوں میں عمرہ نہ کر اور عمرہ کر ان پانچ دنوں سے قبل اور بعد۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان ایام میں عمرہ کی کراہت وممانعت کا قول اپنی طرف سے نہیں کیا انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ان ایام میں عمرہ کی کراہت یا ممانعت سنی ہوگی چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ٦٨٣ھ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے بارے میں لکھتے ہیں:

و الظاهر أنه سماع النبی ﷺ (١٦)

یعنی، ظاہر ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ سے سنا ہے (یعنی اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر ارشاد فرمایا ہے)۔

ان روایت کی بناء پر فقہاء کرام نے ان پانچ دنوں میں عمرہ مکروہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ مام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و هی جائزة فی جمیع السّنة إلّا خمسة أیّام یکره فیها فعلها، و هی یوم عرفة، و یوم النّحر، و أیّام التّشریق (١٧)

یعنی، عمرہ پورے سال جائز ہے سوائے پانچ ایام کے جن میں اس کا ادا کرنا

١٥۔ شرح تحفة الملوك، کتاب الحج، فصل، ١٥٥٣/٢

١٦۔ الإختیار لتعلیل المختار، کتاب الحج، فصل فی أحکام العمرة، ٢٠٤/١/١

١٧۔ بدایة المبتدی، کتاب الحج، باب الفوات، ١۔٢١٦/٢

مکروہ ہے اور وہ یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق ہیں۔

اور ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و يجوز أداء فعلها في جميع الأوقات، ووقتها يتّسع في جميع السّنة، إلّا خمسة أيّام فإنه يكره ذلك: يوم عرفة، و يوم النّحر، و أيّام التّشريق (١٨)

یعنی، عمرہ کے فعل کی ادائیگی تمام اوقات میں جائز ہے اور اُس کا وقت پورا سال ہے سوائے پانچ ایام کے، پس وہ مکروہ ہے یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

جازت في السّنة و كرهت يوم عرفة و أربعة بعدها (١٩)

یعنی، عمرہ پورا سال جائز ہے اور عرفہ اور اس کے بعد چار روز مکروہ ہے۔

اِسی طرح دیگر کُتُبِ فقہ میں اِن ایام میں عمرہ کی کراہت مذکور ہے اس میں حاجی و غیر حاجی کی کوئی تفریق نہیں کی گئی لیکن شارحین نے ان ایام میں کراہتِ عمرہ کی جو وجہ بیان کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کراہت صرف حاجی کے لئے ہے نہ کہ اس کے غیر کے لئے۔

امام برہان الدین علی بن ابی مرغینانی حنفی پانچ ایام میں عمرہ کی کراہت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و لأنّ هذه الأيّام، أيّام الحج فكانت متعينة له (٢٠)

یعنی، کیونکہ یہ ایام حج کے ایام ہیں لہٰذا اُسی کے لئے متعین ہیں۔

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و لأنّ عليه في هذه الأيام باقي أفعال الحج، فلو اشتغل بالعمرة

۱۸۔ المسالك في المناسك، فصل في العمرة على سبيل الإنفراد وهي الحجة الصغرى، ۱/۶۱۰

۱۹۔ تنوير الأبصار مع شرحه للحصكفي، كتاب الحج، ص۱۵۷

۲۰۔ الهداية، كتاب الحج، باب الفوات، تحت قوله: و العمرة لا تفوت إلخ، ۱۔۲/۲۱۶

ربما اشتغل عنها فتفوت (۲۱)

یعنی، کیونکہ ان ایام میں حاجی پر باقی افعالِ حج کی ادائیگی ہے، لیکن اگر عمرہ میں مشغول ہو گیا تو بہت ممکن ہے کہ وہ افعالِ حج سے عدم توجہی کا شکار ہو جائے اور اُس سے وہ افعالِ حج فوت ہو جائیں۔

اور امام ابو بکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ نقل کرتے ہیں:

لأنّ الكراهة لغيرها و هو تعظيم أمر الحج و تخليص وقته للحج (۲۲)

یعنی، کیونکہ کراہت لغیر ہا ہے اور وہ امرِ حج کی تعظیم اور اُس کے وقت کو حج کے لئے خالص کرنا ہے۔

قاضی محمد بن فراموز معروف بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

لكونها أوقات الحج و توابعه (۲۳)

یعنی، ان پانچ ایام کے حج اور توابع حج کے اوقات ہونے کی وجہ سے (ان میں عمرہ مکروہ ہے)۔

اور کراہت سے مراد کراہتِ تحریمی ہے چنانچہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و كُرهت تحريماً (۲٤)

یعنی، مکروہ تحریمی ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صرّح به فی "الفتح" و "اللباب" (۲٥)

۲۱۔ كتاب الإختيار لتعليل المختار، كتاب الحج، فصل فی أحكام العمرة، ۱/۲۰٤

۲۲۔ الجوهرة النيرة، كتاب الحج، باب الفوات، تحت قوله: إلا خمسة أيام، ۱/٤۲٤

۲۳۔ الدرر الحكام، كتاب الحج، تحت قوله: جازت فی كل سنة إلخ، ۱/۲۱۷

۲٤۔ الدر المختار، كتاب الحج، مع قوله: و كرهتْ، ص ۱٥۷

۲٥۔ ردّ المحتار على الدرّ المختار، كتاب الحج، مطلب فی أحكام العمرة، تحت قوله: تحريماً، ۳/٥٤۷

یعنی، اسی کی "فتح القدیر" (۲۶) اور "اللباب" (۲۷) میں اس کی تصریح کی ہے۔

اور یہ کراہت صرف حاجی کے لئے ہے جیسا کہ علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۴ھ اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (۲۸ الف) لکھتے ہیں:

و ما نقله "ح" عن "الشرنبلالية" من تقييده كراهة العمرة فی الأيام الخمسة بقوله: "أی فی حقّ المحرم أو مريد الحج" يقتضی أنه لا يكره فی حقّ غيرهما، و لم أر من صرّح به، فليراجع۔" (۲۸ ب)

یعنی، اور جو نقل کیا اُسے امام طحطاوی نے "شرنبلالیہ" سے پانچ ایام میں عمرہ کی کراہت کی تقیید کو اس قول سے کہ "(ان ایام میں) عمرہ محرم کے لئے مکروہ ہے اور اُس کے لئے جو حج کا ارادہ رکھتا ہو" یہ قول اس بات کا مقتضی ہے کہ ان کے غیر کے حق میں کوئی کراہت نہیں، اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جس نے اس کی صراحت کی ہو، پس چاہئے کہ وہاں مراجعت کی جائے۔

اور "شرنبلالیہ" اور "حاشية الطحطاوی" میں اس قول کے بعد ہے کہ "هو الأظهر" اور یہی اظہر ہے۔

اِن ایام میں عمرہ کی کراہت صرف حجِ افراد ادا کرنے والے حاجی کے لئے ہے نہ کہ قارن اور متمتع کے لئے، چنانچہ امام قاضیخان حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ نے لکھا اور اُن کے حوالے سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا:

۲۶۔ فتح القدير، كتاب الحج، باب الفوات (۶۱/۳)، تحت قوله: لما روی عن عائشة رضی الله عنها، ۶۱/۳

۲۷۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب العمرة، ص ۶۵۳

۲۸الف۔ حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، كتاب الحج، تحت قوله: و كرهت يوم عرفة الخ، ۴۸۷/۱

۲۸ب۔ ردّ المحتار علی الدر المختار، كتاب الحج، تحت قوله: و أربعة، تنبيه، ۵۴۷/۳

إلّا خمسة أيّام تكره فيها العمرة لغير القارن (۲۹)

یعنی، مگر پانچ روز کہ جن میں غیر قارن کے لئے عمرہ مکروہ ہے۔

اور ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و فی معناه المتمتع، و يؤيّده ما فی "المنهاج" أنه إذا قصد القران أو التمتع فلا بأس (۳۰)

یعنی، قارن کے معنی میں متمتع ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو ''منہاج'' میں ہے کہ حاجی نے جب قران اور تمتع کا ارادہ کیا تو حرج نہیں ہے۔

کیونکہ عام طور پر قارن اور متمتع نے احرام عرفہ کے روز سے قبل باندھا ہوتا ہے اور اکثر قارن اور متمتع یوم عرفہ سے قبل عمرہ ادا کر لیتے ہیں چند قارن یا متمتع ایسے ہوتے ہیں جو اس روز عمرہ ادا کرتے ہیں تا کہ ان کا عمرہ باقی رہے فوت نہ ہو، چنانچہ ملّا علی قاری لکھتے ہیں:

و لا يخفى أنه أراد إبقاء إحرامها فيها لأدائها، لا أنه قصد به إنشاء ها، لما صرّحوا بكراهة إنشائها فيها (۳۱)

یعنی، مخفی نہیں ہے کہ ان دنوں عمرہ کے احرام کو عمرہ ادا کرنے کے لئے باقی رکھنے کا ارادہ کیا، نہ یہ کہ اُس نے انشاء احرام کا قصد کیا ہے کیونکہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے ان ایّام میں انشاء احرام عمرہ مکروہ ہے۔

و اللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م F-968

۲۹۔ فتاوی قاضیخان، کتاب الحج، فصل فی العمرة، ۳۰۱/۱

الفتاوی الهندية، کتاب المناسك، الباب السادس: العمرة، ۲۳۷/۱

۳۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب العمرة، ص۶۵۳

احرام

جو شخص بلا احرام مکہ آئے پھر حج کا احرام باندھے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص میقات کے باہر سے بلا احرام مکہ مکرمہ پہنچ گیا اگر وہ میقات سے بلا احرام گزرنے کا دم دے دیتا ہے تو وہ حج افراد کرسکتا ہے؟

(السائل: محمد عبداللہ، جدہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا نہیں کیا تھا اور اُس نے صرف حج کا احرام باندھا ہے تو اُس کا حج حجِ افراد ہوگا یا وہ حج کے مہینوں میں عمرہ تو ادا کر چکا ہے مگر عمرہ ادا کرنے کے بعد وہ بلا احرام اپنے وطن گیا تھا تو بھی اُس کا حج حجِ افراد ہوگا۔

اور اگر اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کرلیا تھا پھر اپنے وطن واپس نہ گیا بلکہ میقات کے اندر جیسے جدہ یا میقات سے باہر کسی جگہ گیا جیسے مدینہ طیبہ یا طائف تو اس صورت میں اُس کا حج حجِ تمتع ہوگا۔ کیونکہ حجِ تمتع یہی ہے کہ اَشْہُرِ حج میں عمرہ ادا کرے اور اُسی سال حج کرے درمیان میں المام صحیح نہ پایا جائے یعنی وہ بلا احرام اپنے وطن نہ جائے جیسا کہ امام عبداللہ بن محمود بن مورود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

وصفته: أن يُحرم بعمرة فی أشهر الحجّ و يطوف ويسعى، و يحلق أو يقصرَ و قد حلّ، ثم يُحرم بالحجّ يوم التروية و قبله أفضل و يفعل كالمفرد (۳۲)

یعنی، تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے طواف اور سعی

۳۲- المختار الفتوی، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۸۲

کر کے حلق یا تقصیر کے ذریعے احرام کھول دے پھر یوم ترویہ یا اس سے قبل حج کا احرام باندھے اور مفرد کی طرح افعالِ حج ادا کرے۔

اور حافظ الدین ابوالبرکات احمد بن عبداللہ نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

وهو أن يحرم بعمرة من الميقات فيطوف لها و يسعى و يحلق أو يقصر و قد حلّ منها، ثم يحرم بالحجّ يوم التّروية من الحرم (٣٣)

یعنی، تمتع یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے پھر اس کا طواف وسعی کر کے حلق یا تقصیر کر کے عمرہ سے فارغ ہو پھر ترویہ کے روز حرم سے حج کا احرام باندھے۔

امام عبداللہ بن محمود موصلی حنفی "المختار" کی شرح میں لکھتے ہیں:

وهو الجمع بين أفعال العمرة والحج فى أشهر الحج فى سنة واحدةٍ بإحرامَين بتقديم أفعال العمرة من غير أن يلمّ بأهله إلماماً صحيحاً، حتى لو أحرم قبل أشهر الحج و أتى بأفعال العمرة فى أشهر الحج كان متمتّعاً و لو طاف طواف العمرة قبل أشهر الحج أو أكثره لم يكن متمتعاً والإلمام الصحيح أن يعود إلى أهله بعد أفعال العمرة حلالاً (٣٤)

یعنی، تمتع ایک ہی سال میں کی حج کے مہینوں میں دو احراموں کے ساتھ افعالِ عمرہ کی تقدیم کے ساتھ اپنے اہل سے المامِ صحیح کئے بغیر عمرہ اور حج کے افعال کو جمع کرنا ہے یہاں تک کے اگر حج کے مہینوں سے قبل عمرہ کا احرام باندھا اور افعالِ عمرہ حج کے مہینوں میں ادا کئے تو متمتع ہوگا، اور اگر عمرہ کا مکمل یا اکثر طواف حج کے مہینوں سے قبل ادا کیا تو متمتع نہ ہوگا۔ اور المامِ صحیح یہ ہے کہ افعالِ عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول کر اپنے اہل کو لوٹے۔

٣٣۔ كنز الدقائق مع شرحه، كتاب الحج، باب التمتّع، ٦٣٧/٢

٣٤۔ الإختيار لتعليل المختار، كتاب الحج، باب التمتع، ٢٠٥/١

اور اُسے بلا احرام مکہ مکرمہ آنے کا دم دینا ہوگا کہ میقات سے احرام باندھنا واجب ہے اور ترکِ واجب گناہ ہے اس لئے اُسے توبہ کرنی ہوگی جیسا کہ ہمارے دیگر فتاوی میں اِس کی تفصیل مذکور ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م 969-F

اہلِ جدہ کا حج کے ارادے سے بلا احرام مکہ آنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم کچھ لوگ جو جدہ رہتے ہیں حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ آئے ہیں اور ہم سے مکہ سے احرام بھی باندھا لیا ہے کیونکہ اگر ہم جدہ سے احرام باندھ لیتے تو شاید ہمارا مکہ مکرمہ آنا ممکن نہیں ہوتا اب اس صورت میں ہم پر کیا لازم ہے اگر دم لازم آیا تو اس کے ساقط ہونے کی کوئی صورت ہے؟ برائے مہربانی جواب دے کر ہمیں مشکل سے نکالیں؟

(السائل: ایک حاجی، از جدہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ آنے کی وجہ سے ان پر دم لازم آچکا تھا

جب یہ لوگ مکہ مکرمہ آگئے تو یہ ہیں حِلّ والوں کی میقات کو جائیں یعنی حُدودِ حرم سے باہر جا کر تلبیہ کہیں تو دم ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ: قاضی حسین مکی حنفی متوفی ١٣٦٦ھ میں ہے:

لأنه عود منهم إلى الميقات مع الإحرام و التلبيه وذلك مسقط الدم المجاوزة۔" (٣٥)

یعنی: کیونکہ تلبیہ کے ساتھ میقات کو لوٹنا بغیر احرام کے میقات سے گزرنے

٣٥۔ إرشاد الساری إلى مناسك الملا على القاری، باب المواقيت، فصل فی الصنف الثانی، ص: ١١٧

کے دم کو ساقط کرنے والا ہے۔

اور وہاں جا کر صرف تلبیہ کہنا کافی ہوگا نیا احرام نہیں باندھیں گے علامہ نظام حنفی متوفیٰ ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

”وإن عاد إلى الوقت محرماً،قال أبو حنيفة رحمة الله عليه: إن لبّى سقط عنه الدم إن لم يلبّ لا يسقط و عندهما يسقط فى الوجهين۔ (۳۶)

چنانچہ: علامہ ابراھیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

من جاوز ا لميقات غير محرم ثم أحرم لزمه دم۔ (۳۷)

یعنی: جو شخص میقات سے بلااحرام گزر گیا پھر احرام باندھا تو اُسے دم لازم ہو گیا۔

اور جان بوجھ کر بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا گناہ باقی رہا، اُس کی سبیل سچی توبہ ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفیٰ ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

لیکن چوں ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد، اگرچہ دم دہد و مرتفع نگردد آں اثم بغیر توبہ (۳۸)

یعنی: لیکن جب جان بوجھ کر واجب ترک کیا گناہ گار ہوگا اگرچہ دم دے دے، وہ گناہ توبہ کے بغیر نہ اُٹھے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵ م 970-F

۳۶۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب العاشر فى محاوزة الميقات بغير إحرام، ۲۵۳/۱

۳۷۔ ملتقى الأبحر مع شرحه، كتاب الحج، باب محاوزة الميقات بلا إحرام، ۴۴۷/۱

۳۸۔ حياة القلوب فى زيارة المحبوب مقدمة الرسالة، فصل سيوم: دربيان فرائض و واجبات،

میقات سے احرام باندھنا واجب ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مکہ مکرمہ میں اپنی ہوٹل سے جو مکہ شہر اور حدودِ حرم میں تھا احرام باندھا اور جا کر طواف وسعی کی اور احرام کھول دیا، اب اُس پر کیا لازم ہے؟

(السائل: C/O حافظ رضوان)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص نے جب حُدودِ حرام میں واقع اپنی ہوٹل سے احرام باندھا، اس کا احرام باندھنا تو درست ہو گیا کیونکہ میقات سے احرام باندھنا احرام کی شرائط میں سے نہیں ہے، فقہاء کرام نے اُسے واجبات کے بیان میں ذکر کیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ میقات سے احرام باندھنا شرط نہیں بلکہ واجب ہے، چنانچہ قاضی ومفتی مکہ ابو البقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ (۳۹ الف) اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ (۳۹ ب) واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

الإحرامُ عن المیقات واجبٌ۔"

یعنی، میقات سے احرام باندھنا واجب ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی علیہ الرحمۃ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

وواجباته کونه من المیقات (۴۰)

یعنی، احرام کے واجبات اُس کا میقات سے ہونا ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی اپنی تیسری کتاب میں واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

الإحرام من المیقات۔" (۴۱)

---

۳۹ الف۔ البحر العمیق، الباب الثالث: فی مناسك الحج، واجباته، ۱/۳۵۳

۳۹ ب۔ جمع المناسك و نفع الناسك، باب الإحرام، فصل فی واجباته، ص ۹۸

۴۰۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الإحرام، ص ۱۲۶

۴۱۔ المَنسك الصغیر مع شرحه بدایة السالك فی نهایة المسالك، الباب الثانی فی الواجبات، ۳/۴۶۴

یعنی: میقات سے احرام باندھنا واجبات میں سے ہے۔
اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فإن الإحرام منه واجب (٤٢)

یعنی، بے شک میقات سے احرام باندھنا واجب ہے۔
قاضی ومفتی مکہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں:

وفی المحیط: الواجب علیه الإحرام عن المیقات تعظیماً لدخول مکة۔" (٤٣)

یعنی: ''محیط'' میں ہے کہ اس پر دخولِ مکہ کی تعظیم کے لئے میقات سے احرام باندھنا واجب ہے۔''

اور وہ شخص چونکہ مکہ مکرمہ میں تھا اور عمرہ کا احرام باندھنے کا لئے اس کی میقات حلّ یعنی حُدودِ حرم سے باہر جانا تھا اور میقات سے احرام باندھنا واجب ہے جب یہ واجب اُس نے ترک کردیا تو اُس پر دَم لازم آیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و حکم الواجبات لزوم الجزاء بترك واحد منها (٤٤)

یعنی، واجبات کا حکم لُزوم جزاء ہے ان میں کسی ایک کو چھوڑنے پر۔
علامہ ابن ضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں (٤٥الف) اور اُن سے علامہ قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ (٤٥ب) نقل کرتے ہیں:

و حکم الواجبات أنه یلزم دم مع ترکها إلّا رکعتی الطواف إلخ

٤٢۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل فی محرّماته، تحت قوله منها تأخیر الإحرام، ص ۱۲۹

٤٣۔ البحر العمیق، الباب السادس: فی المواقیت، فصل فی محاورة المیقات بغیر احرام، ۱/۶۲۱

٤٤۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته، ص ۱۰۱

٤٥الف۔ البحر العمیق، الباب الثالث: فی مناسك الحج، وواجباته، ۱/۳۵٤

٤٥ب۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی قاری، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته،

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اُن کے ترک پر دَم لازم آتا ہے سوائے طواف کی دو رکعت کے۔ الخ

اور پھر اُس نے حلق نہیں کروایا اور ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب شروع کر دیا اس گمان پر کہ اُس پر حلق لازم نہیں ہے گو کہ یہ گمان فاسد ہے مگر جرائم پر مرتب ہونے والے کفّاروں کے ساقط کرنے میں مفید ہے اور اس کے لئے جملہ ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب پر صرف ایک دَم لازم آیا۔ جیسا کہ ہمارے دیگر فتاوی میں اس کی صراحت مذکور ہے۔

یہاں ایک دم احرام کے واجبات میں سے ایک واجب کے ترک پر لازم آیا اور دوسرا دَم عمرہ کے واجب کو ترک کر کے ممنوعات کے ارتکاب پر لازم آیا، لہٰذا اُس پر دو دم متعین ہو گئے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذوالحجة ١٤٣٥ھ، أکتوبر ٢٠١٤م 971-F

مسافر

اشہر حج میں عمرہ ادا کرنا اور مکہ مکرمہ کو وطنِ اقامت بنالینا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی مدینہ شریف کی پیدائش ہے والدین یہاں رہتے ہیں اب وہ ذوالقعدہ وذوالحجہ میں مکہ شریف میں رہے گا لیکن اُسے کسی کمپنی نے کام کے لئے بلایا ہے، ممکن ہے اس کو حج کی اجازت نہ ملے، کام کینٹین کا ہے، ایسی صورت میں کیا اُس پر حج فرض ہوگیا؟ اور اگلے سال اس کو یہ حج ادا کرنا ہوگا اور ابھی جب وہ جائے گا عمرہ ادا کرے گا اس سال اگر حج وہ اشہر حج میں عمرہ ادا کر کے اور موقع ملنے پر حج بھی ادا کر لیتا ہے تو اس کا حجِ تمتع قرار پائے گا یا نہیں؟

(السائل: اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس پر حج فرض ہو جائے گا اور اگر وہ اسی سال حج کرتا ہے تو اس کا حج تمتع درست ہو جائے گا، یاد رہے: حجِ تمتع والے پر قربانی بھی واجب ہوتی ہے وہ بھی ادا کرنی ہوگی۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأنہ قال فإذا قدم الکوفی بعمرة فی أشهر الحج، و فرغ منها و قصر ثم اتخذ مکة أو البصرة داراً و حجّ من عامه ذلك فهو متمتع (٤٦)

یعنی، اسی لئے کہا کہ جب کوئی اشہُر حج میں عمرہ کے لئے آیا، اور اس سے فارغ ہوا اور قصر کیا پھر اس نے مکہ یا بصرہ میں اپنا گھر بنالیا اور اسی سال حج کیا، پس وہ متمتع ہے۔

کیونکہ مذکورہ شخص کام کے سلسلے میں مکہ مکرمہ میں رُکے گا نہ اس لئے کہ اُس نے مکہ مکرمہ

٤٦۔ جمع المناسك، باب التمتّع، فصل فی شرائط صحة التمتع، ص ٣٣٦

کو اپنا گھر بنایا ہے، اس لئے مکہ مکرمہ اُس کے واسطے وطنِ اقامت ہے اور وہ آفاقی ہی ہے اور اس کے لئے تمتع کا جواز اس کے ساتھ مقید ہے کہ وہ مکہ کو اپنا گھر نہ بنائے اور وہ اس نے نہیں بنایا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأنّ جواز التمتّع للآفاقی مقیّد بعدم الاستیطان لا بعدم الإقامة کما سبق (۴۷)

یعنی، کیونکہ آفاقی کے تمتع کا جواز وطن نہ بنانے کے ساتھ مقید ہے نہ کہ اقامت کے نہ ہونے کے ساتھ جیسا کہ پہلے گزرا۔

والله تعالی أعلم بالصواب

۲۸ شوال المکرّم ۱۴۳۶ھ، ۱۴ اغسطس ۲۰۱۵ م F-972

مقیم انشاءِ سفر سے مسافر ہو جاتا ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ 22 تاریخ کو میں عزیزیہ میں آیا تھا، ایامِ حج شروع ہوئے یعنی منی روانگی سے قبل میرے پندرہ (15) دن پورے ہو گئے تھے تو شروع سے میں پوری نماز پڑھ رہا تھا حج کے ایام میں یعنی منٰی عرفات اور مزدلفہ میں بھی میں نے پوری نماز پڑھی ہے اور مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد میں عزیزیہ آیا تو بھی پوری نماز پڑھ رہا ہوں۔ کل اگر میں طائف جاتا ہوں اور وہاں چار (4) دن رہتا ہوں پھر مدینہ شریف روانہ ہونا ہے تو کیا طائف میں بھی پوری نماز پڑھوں گا یا قصر کرنا ہوگی؟

(السائل: آصف مدنی عزیزیہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں آپ طائف روانگی سے لے کر پاکستان پہنچنے تک قصر نماز ادا کریں گے؛ کیونکہ وطنِ اقامت، وطنِ اصلی

۴۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب التمتع، فصل فی شرائطه، تحت قوله: و أطلق فی "خزانة الأکمل الخ"، ص ۳۸۵

سے، وطنِ اقامت سے اور انشاءِ سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وطن الإقامة بمثله و الأصلی و بإنشاءِ السفر (٤٨)

یعنی، وطن اقامت اپنی مثل سے اور وطن اصلی سے اور انشاءِ سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔

اور آپ کا وطنِ اقامت اس وقت مکّہ مکرمہ ہے، جو انشاءِ سفر سے باطل ہو جائے گا؛ کیونکہ عام طور پر گاڑی والے جس راستے سے طائف لے جاتے ہیں، وہ سیلِ کبیر والا راستہ ہے اور سیلِ کبیر ڈاکٹر الیاس عبدالغنی کی تحقیق کے مطابق اسّی (80) کلومیٹر ہے اور وہاں سے طائف چالیس (40) کلومیٹر ہے۔ اس طرح صرف طائف اس راستہ سے ایک سو بیس (120) کلومیٹر ہو گیا اور انشاءِ سفر متحقق ہو جائے گا اور وطنِ اقامت باطل ہو جائے گا۔ جب آپ واپس آئیں گے تو آپ کی نیتِ اقامت معتبر نہ ہو گی؛ کیونکہ آپ نے پندرہ (15) دن سے قبل مکّہ مکرمہ سے مدینہ شریف روانہ ہو جانا ہے لہذا آپ طائف روانگی سے قصر شروع کریں گے۔

و اللہ تعالی أعلم بالصواب

973-F

نیتِ اقامت کے بعد مدّتِ سفر سے کم فاصلہ پر واقع کسی جگہ جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بارہ کی رمی کی اور وہ عزیزیہ آگیا اور اس نے عزیزیہ میں اقامت کی نیت کر لی جبکہ اس سے قبل وہ مسافر تھا کیونکہ اب اس کو دو دن عزیزیہ اور اٹھارہ دن مکّہ مکرمہ میں رہنا ہے اب وہ چاہتا ہے کہ وہ مکّہ مکرمہ جانے کے چار دن بعد جدّہ جائے تو کیا اس سے وہ مسافر

ہو جائے گا جبکہ وہ اقامت کی نیّت کر چکا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جدّہ جانے سے وہ شخص مسافر نہیں ہوگا کیونکہ مکہ میں اٹھارہ دن رہنے کی نیّت کرنے کی وجہ سے وہ شخص مقیم ہو گیا اور ملّہ اس کا وطنِ اقامت ہو گیا اور اب جدّہ جانے کی وجہ سے وہ مسافر نہیں ہوگا بلکہ مقیم ہی رہے گا کیونکہ مکہ سے جدّہ مسافت سفر پر نہیں ہے اور وطنِ اقامت کے باطل ہونے کی ایک صورت سفر شرعی کا قصد ہے جس کے لئے تین دن کی راہ کا ہونا ضروری ہے جو یہاں موجود نہیں لہٰذا وہ شخص مقیم ہی رہے گا۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی جماعت نے لکھا ہے:

ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة أو قریة خمسة عشر یوماً أو أکثر۔ (۴۹)

یعنی، مسافر جب تک کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن رکنے کی نیّت نہ کرے وہ مسافر ہی رہے گا۔

صدر الشریعۃ محمد امجد علی اعظمی حنفی رحمہ اللہ تعالی، متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں: وطن اقامت وہ جگہ ہے کہ مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا وہاں ارادہ کیا ہو۔ (۵۰)

اور اس کا وطن اقامت باطل نہ ہوگا کیونکہ نہ وہ جدہ میں اقامت کی نیت کر رہا ہے اور نہ ہی انشاءِ سفر پایا جا رہا ہے، چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی، متوفی ۱۰۸۸ھ تحریر فرماتے ہیں:

یبطل وطن الإقامة بمثله و بالوطن الأصلی وبإنشاء السفر۔ (۵۱)

یعنی، وطنِ اقامت وطنِ اقامت سے اور وطنِ اصلی سے اور سفر انشاءِ سے باطل ہوتا ہے۔

صدر الشریعۃ محمد امجد علی اعظمی حنفی رحمہ اللہ تعالی، متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں: وطن

۴۹۔ الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، ۱/ ۱۴۶

۵۰۔ بہارِ شریعت، حصہ ۴، نماز مسافر کا بیان، وطن اصلی و وطن اقامت کے مسائل، ۱/ ۷۵۱

اقامت دوسرے وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ دن کے ارادہ سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اتنے ہی دن کے ارادہ سے ٹھہرا تو پہلی جگہ اب وطن نہ رہی، دونوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔ یوہیں وطن اقامت وطن اصلی وسفر سے باطل ہو جاتا ہے۔(۵۲)

جدہ اگر مدّت سفر یعنی (ساڑے ستاون میل) جدید پیمانے کے مطابق ۹۲ کلومیٹر سے زیادہ کی دُوری پر ہوتا تو انشاءِ سفر پایا جاتا حالانکہ یہاں ایسا نہیں ہے، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی، متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی جماعت تحریر فرماتے ہیں:

ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام۔(۵۳)

یعنی، مسافر کے لئے تین دن کی مسافت کا قصد کرنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذوالحجة ۱۴۳۵ھ، أکتوبر ۲۰۱۴م 974-F

دوجگہ پندرہ دن گزارنے کے ارادے سے مسافر نہ ہوگا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو حج سے آٹھ روز قبل عزیزیہ آیا پھر وہاں سے منیٰ وعرفات روانہ ہوگیا وہ بدستور قصر نماز ہی ادا کر رہا تھا اب اس نے بارہ کی رمی کر لی اور وہ عزیزیہ کو جانے لگا تو اس نے نیت کی کہ وہ چھ روز بعد جدہ جائے گا اب وہ مسافر ہوگا یا نہیں اور اگر وہ ایک رات بھی گزارنے کا ارادہ رکھتا ہو تو کیا حکم ہے؟

(السائل: ریحان، لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز، کھارادر)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ مسافر ہی رہے گا کیونکہ اُس نے عزیزیہ یا مکہ مکرمہ میں پندرہ دنے ٹھہرنے کی نیت نہیں کی ہے۔ اس نے مکہ مکرمہ اور جدہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی ہے اور کوئی شخص دو مستقل جگہوں پر پندرہ

۵۲۔ بہارِ شریعت، حصہ:۴، نماز مسافر کا بیان، وطن اصلی ووطن اقامت کے مسائل، ۱/۴/۷۵۱

۵۳۔ الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ۱/۱۳۹

دن ٹھہرنے کے ارادے سے مقیم نہیں ہوتا ہے۔

قاضی محمد بن فراموز المعروف بملّا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

(إن نوى) الإقامة (فى أقلّ منه) أى من نصف شهر (أو فيه) لكن (موضعَين مستقلّين) كمكة و منى فإنّه يقصر إذ لا يصير مقيماً۔ (۵۴)

یعنی، اگر مسافر نے پندرہ دن سے کم کی اقامت کی نیت کی یا دو جگہوں پر ٹھہرنے کی نیت کی جیسا کہ مکہ اور منیٰ تو (وہ مسافر ہی رہے گا) اور قصر نماز پڑھے گا کیونکہ اس طرح مقیم نہیں ہوگا۔

اور صدر الشریعہ امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور دونوں مستقل ہوں جیسے مکہ و منیٰ تو مقیم نہ ہوا۔ (۵۵)

والله تعالى أعلم بالصواب

ذی الحجة ۱۴۳۶ھ، سبتمبر ۲۰۱۵م 975-F

احرام میں جوتے پہننے کی صورت

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی ایڑیوں میں درد رہتا ہے اس کے لئے اس نے ایک مخصوص جوتے (shose) لیئے، جس کے پہننے سے اُبھری ہوئی ہڈی چھپ جاتی ہے اس صورت میں وہ کیا کرے جبکہ عام چپل پہننے میں اُسے تکلیف ہوتی ہے؟

(السائل: حافظ فاروق امجدی)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس شخص کو اگر واقعی ایسی چپل پہننے میں تکلیف ہے کہ جس سے اُبھری ہوئی ہڈی ظاہر نہ ہو تو یہ اُس جوتے کو

۵۴۔ الدرر الحكام فى شرح غرر الأحكام، كتاب الصلاة، باب المسافر، ۱/۱۳۳

۵۵۔ بہار شریعت، بقیہ مسائل نماز کا بیان، نماز مسافر کا بیان، مسئلہ نمبر: ۲۵، ۱/ ۷۴۵

اِس طرح کاٹ لے کہ اُبھری ہوئی ہڈی نہ ڈھکے، کیونکہ جب کسی کے پاس چمڑے کے موزے ہوں اور چپل نہ ہو، نہ ملتی ہو یا لینے کی استطاعت نہ ہو تو اُسے حکم ہے کہ وہ موزوں کو اُبھری ہوئی ہڈیوں کے نیچے سے کاٹ لے۔'' چنانچہ حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: إذا لم یجد المحرم النعلین فلیلبس الخفین، ولیقطعهما أسفل من الکعبین۔" (٥٦)

یعنی: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ محرم جب نعلین نہ پائے تو اُسے چاہیئے موزے پہن لے اور چاہیئے کہ اپنی اُبھری ہڈیوں سے نیچے کاٹ دے۔

اس حدیث کی بناء پر فقہاء کرام نے اسے اپنی کتب میں ذکر کیا، چنانچہ امام ابو حسین احمد بن محمد بغدادی حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

ولا خفین إلا أن لا یجد النعلین فیقطعهما أسفل الکعبین۔ (٥٧)

یعنی، نہ موزے پہنے مگر یہ کہ نعلین نہ پائے تو اپنی اُبھری ہڈیوں کے نیچے سے کاٹ لے۔

لہذا یہ شخص بھی عذر کی بناء پر چپل پہننے سے قاصر ہے اُسے بھی چاہیئے کہ جوتے کو اُبھری ہوئی ہڈیوں کے نیچے سے کاٹ لے۔

والله تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، سبتمبر ٢٠١٥ م 976-F

٥٦۔ سُنَن النّسائی، کتاب المناسك، باب الرخصة فی لبس الخفین فی الإحرام لمن لا یجد نعلین، برقم: ٢٦٧٦، ٣/٥/١٣٩

حج

حائضہ اورحجِ تمتع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ہم لوگ پاکستان سے آئے تھے مکہ مکرمہ آئے عمرہ ادا کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اب ہم مدینہ شریف سے حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لئے نکل رہے ہیں ہمارے ساتھ خواتین بھی ہے ان میں سے ایسی خواتین کہ جن کے ایام ماہواری قریب ہیں کہ شاید اُن کو مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کرنے کی بھی فرصت نہ ملے کہ ماہواری شروع ہو جائے اور پھر وہ عورت کیا کرے اگر وہ عمرہ کا احرام باندھتی ہے تو عمرہ ادا نہ کر پائی گی کہ یوم عرفہ آجائے گا اور اگر صرف حج کا احرام باندھ کر آتی ہے تو اس کا حج تمتع رہے گا یا نہیں؟

(السائل: حافظ فاروق امجدی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسی عورت کو چاہیئے کہ صرف حج کا احرام باندھے اور وہ اگر وہ عمرہ کا احرام باندھے گی پھر عمرہ ادا نہ کر سکی یوم عرفہ آگیا تو عمرہ کو چھوڑنا اور حج کا احرام باندھنا ہوگا جس پر چھوڑے ہوئے عمرے کی قضاء اور عمرہ ادا کئے بغیر عمرہ کا احرام کھولنے کا دم لازم آئے گا۔

اور یہ عورت چونکہ پاکستان سے آئی ہے اور عمرہ کا احرام باندھ کر آئی تھی آتے ہی عمرہ ادا کیا پھر مدینہ شریف روانہ ہوئی اب اگر وہاں سے حج کا احرام باندھ کر آئی ہے تو اُس کا حج تمتّع ہی رہے گا کیونکہ وہ احرام کھولنے کے بعد اپنے وطن کو نہیں لوٹی صرف مدینہ شریف گئی ہے اور وہ اُس کا وطن نہیں ہے۔ چنانچہ متمتّع کا ذکر کرتے ہوئے علامہ حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفیٰ: ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

المتمتّع عندنا مَن یأتی بأعمال العمرۃ أو یطوف أکثر طوافها فی

بینهما إلماماً صحیحاً و إن أحرم بالعمرة قبل أشهر الحج و طاف لها فی أشهر الحج و حج فی عامه ذلك عندنا یکون متمتّعاً لأن أداء أفعال العمرة فی أشهر الحج بمنزلة ابتداء الإحرام فی أشهر الحج۔" (۵۸)

یعنی: متمتّع ہمارے نزدیک وہ ہے جو اشہرِ حج میں تمام افعالِ عمرہ یا اکثر طوافِ عمرہ ادا کرے اور اسی سال اپنے اہل کو المام صحیح کئے بغیر حج ادا کرے اور اگر عمرہ کا احرام حج کے مہینوں سے قبل باندھا تھا اور عمرہ کا طواف حج کے مہینوں میں کیا اور اسی سال حج کیا تو وہ متمتّع ہوگا کیونکہ حج کے مہینوں میں افعالِ عمرہ ادا کرنا اشہرِ حج میں احرام باندھنے کے مرتبے میں ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے مزید لکھا:

یحج من عامه ذلك قبل أن یلمّ بأهله بینهما إلماماً صحیحاً۔ (۵۹)

یعنی: اور وہ عمرہ اور حج کے مابین اپنے اہل کو المام صحیح کرنے سے قبل اُسی سال حج ادا کرے۔

اور المام صحیح کے بارے میں علامہ نظام الدین حنفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

والإلمام الصحیح أن یرجع إلیٰ أهله ولایکون العود إلی مکة مستحقًا علیه کذافی "المحیط" (۶۰)

یعنی: المام صحیح یہ ہے کہ (عمرہ ادا کرنے کے بعد) اپنے اہل کو لوٹ جائے اور مکہ کو لوٹنا اس پر واجب نہ ہو اسی طرح "محیط" میں ہے

اور مذکورہ خاتون عمرہ ادا کر کے مدینہ شریف گئی ہے جو اُس کا وطن نہیں ہے اِس لئے

۵۸۔ فتاوی قاضیخان علی هامش الفتاوی الهندیة، کتاب الحج، فصل فی التمتع، ۱/۳۰۴

۵۹۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب السابع فی القران والتمتع، ۱/۲۳۸

جب وہ مدینہ شریف سے حج کا احرام باندھ کر آئے گی اور حج ادا کرے گی تو اس کا حج تمتّع ہی رہے گا۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م 977-F

سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حج

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حجۃ الوداع میں کون سا حج ادا فرمایا؟ حجِ قِران یا حجِ تمتّع یا حجِ افراد؟

(السائل: آصف مدنی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حجۃ الوداع میں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حجِ افراد ادا فرمایا، آپ نے تمام صحابہ کرام کی طرح پہلے حج کا احرام باندھا تھا۔ پھر جب مقام سرِف (نواریہ) پر حضور ﷺ نے اُن صحابہ سے جو ساتھ جانور نہیں لائے تھے حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں بدلنے کا حکم فرمایا تو آپ نے بھی عمرہ کی نیت کر لی اور حائضہ ہوگئیں اس طرح آپ عمرہ کے احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچیں، عمرہ ادا نہ کیا تھا کہ یوم عرفہ آگیا اور نبی کریم ﷺ نے آپ کو عمرہ کا احرام چھوڑنے اور حج کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا، اس طرح آپ نے حج کا احرام باندھا اور حج ادا کیا حج کے بعد نبی کریم ﷺ کے حکم پر آپ نے چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کی، اور اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے حج کے بارے میں مروی روایات کثرت سے کُتُب احادیث میں موجود ہیں اور اُن میں بہت اختلاف ہے اس لئے آپ کے حج کے بارے میں آپ سے مروی احادیث میں اضطراب واقع ہوا کہ آپ کا حج کونسا حج تھا؟ چنانچہ آپ کے حج کے بارے میں مروی روایات میں سے چند یہ ہیں:

سمعتُ عبدَ الرحمٰن بن القاسم قال سمعتُ القاسم يقول: سمعتُ عائشةَ تقولُ: خرجنا لانرَی إلّا الحجّ، فلمّا كنّا بسَرِفَ حِضتُ، فدخلَ علیَّ رسولُ الله ﷺ وأنا أبكی، قال: "مالكِ؟ أنفِستِ؟" قلتُ: نعم۔ قال: "إنّ هذا أمرٌ كتبهُ اللهُ علی بناتِ آدمَ، فاقضی ما يَقضی الحاجُّ غيرَ أن لاتطوفی بالبيت" (٦١)

یعنی، عبدالرحمٰن بن قاسم فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم کوفرماتے سنا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوسنا آپ نے فرمایا ہم صرف حج کے ارادے سے نکلے جب ہم مقام سَرِف (یعنی نواریہ) آئے تو مجھے ماہواری آگئی، پس رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ میں رورہی تھی تو آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا کیا تجھے ماہواری کا خون آگیا ہے؟ میں نے عرض کی جی! آپ نے فرمایا یہ تو وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لئے مقدر فرمایا ہے، لہذا تم حج کرنے والوں کے سارے کام کروالبتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔

عن عائشة قالت: خرجنا موافين لهلال ذی الحِجة، فقال رسول الله ﷺ: "من أحبّ أن يُهلّ بعُمْرةٍ فليُهلِل، فإنی لو لا أنّی أهديتُ لأهللتُ بعمرةٍ، فأهلّ بعضُهم بعمرةٍ و أهلّ بعضُهم بحجٍ و كنتُ أنا ممّن أهلّ بعمرةٍ، فأدركنی يومُ عرفةَ و أنا حائضٌ، فشكوتُ إلی النبیّ ﷺ فقال: "دَعِی عُمرتَكِ وانقُضی رأسَكِ و امتَشِطی و أهِلّی بحجٍّ" ففعلتُ حتی إذا كان ليلةُ الحَصْبةِ أرسل معی أخی عبدَ الرحمن بن أبی بكر، فخرجتُ إلی التنعيم فأهللتُ بِعمرةٍ

٦١۔ صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب الأمر بالنفساء إذا نُفِسنَ، برقم: ٢٩٤، ص ٧٧

مكان عُمُرَتِی (٦٢)

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ذوالحجہ کے چاند کے مطابق ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہے تو وہ عمرہ کا احرام باندھے، اگر میں ہدی نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا تو اُن میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا اور میں اُن میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور میں عرفہ کے روز بھی حائضہ تھی (اور میں نے عمرہ ادا نہ کیا تھا) میں نے رسول ﷺ سے اِس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اپنا عمرہ چھوڑ دو، اپنے بال کھول لو، کنگھی کرلو اور حج کا احرام باندھ لو، (آپ فرماتی ہیں) میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب مُحَصَّب کی رات آئی آپ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا پس میں تنعیم کی طرف نکلی (وہاں) میں نے اپنے (چھوڑے ہوئے) عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔

اور اس باب میں روایات کثرت کے ساتھ ''صحیح البخاری''، ''صحیح مسلم'' اور دیگر کُتُبِ احادیث میں موجود ہیں۔

اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احرام کے بارے میں مروی روایات میں بہت اختلاف ہے چنانچہ شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وقد اختلفت الروايات عن عائشة فيما أحرمتُ به اختلافاً كثيراً كما ذكره القاضي عياض (٦٣)

٦٢۔ صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحيض، برقم: ۳۱۷، ص: ۸۲

٦٣۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم: ۳۱٦، ۳/۱۴۳

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کونسا احرام باندھا تھا اس میں روایات میں بہت اختلاف ہے جیسا کہ اسے امام قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے۔

بعض روایات میں عمرہ کے احرام کا ذکر ہے اور بعض میں حج کے احرام کا تذکرہ ہے چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

ففی روایةٍ عروة: "فأهللنا بعُمرة"، وفی روایةٍ أخری: "ولم أهلّ إلّا بعمرة"، وفی روایة: "لا نذکر إلّا الحجّ"، و فی أخری: "لا نری إلّا الحجّ" وفی روایة القاسم عنها: "لبیّنا بالحجّ": و فی أخری: مهلّین بالحجّ" (٦٤)

یعنی، پس حضرت عُروہ کی روایت میں ہے کہ ''ہم نے عمرہ کا احرام باندھا'' اور دوسری روایت میں ہے اور ''میں نے نہ احرام باندھا مگر عمرہ کا''، اور ایک روایت میں ہے کہ ''ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے''، اور دوسری روایت ''ہم صرف حج کے ارادے سے نکلے''، اور آپ سے قاسم کی روایت میں ہے ''ہم نے حج کی تلبیہ کہی'' اور دوسری روایت میں ہے کہ ''حج کا احرام باندھ کر''۔

پھر بعض علماء نے حج والی روایات کو ترجیح دی اور بعض نے عمرہ والی روایات کو چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

فمنهم من رجّح روایات الحجّ و غلط روایات العمرة (٦٥)

یعنی، اور اُن سے کسی نے روایاتِ حج کو ترجیح دی اور روایاتِ عمرہ کو غلط قرار دیا۔

٦٤۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٣/٣

٦٥۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٣/٣

بہر حال حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں بہت اضطراب ہے، چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

قال أبو عمرة: الاضطراب عن عائشة فی حدیثها فی الحجّ عظیم (٦٦)

یعنی، ابوعمرہ نے کہا کہ حج کے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اُن کی حدیث میں عظیم اضطراب ہے۔

علماء اسلام نے ان روایات کی توجیہ بیان کی مگر ان میں جمع نہ کر سکے یعنی ان روایات کے مابین موافقت بیان کرنے میں کامیاب نہ ہوئے چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

و قد أکثر العلماء فی توجیه الروایات فیه، و دَفَعَ بعضُهم بعضاً فیه ببعضٍ، و لم یستطیعوا الجمعَ بینها ورام قوم الجمع فی بعض معانیها (٦٧)

یعنی، اس باب میں مروی روایات کی توجیہ میں علماء نے کثرت کی اور اس میں بعض نے بعض کو دفع کیا اور ان کے مابین جمع نہ کر سکے اور علماء کی ایک جماعت نے اس کے بعض معانی کو جمع کرنے کا ارادہ کیا۔

اور ہم نے اپنے ایک فتوی میں ذکر کیا کہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور عمرہ ادا کرنے سے قبل حائضہ ہو گئیں اور حیض سے فارغ نہ ہوئی تھیں کہ یوم عرفہ آ گیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑنے اور حج کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا تھا اور پھر حج کے بعد اس عمرہ کے قضاء کا حکم فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

أن ظاهر قولها: یا رسول الله هذه لیلة عرفة ...... إلی آخره، یدلّ علی أنه علیه الصلاة و السلام أمرها برفض عمرتها، و أن تخرج منها قبل تمامها، فی "التوضیح"، و به قال الکوفیون فی المرأة تحیض قبل

٦٦۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٣/٣

٦٧۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٣/٣

الطواف و تخشی فوات الحجّ أنها ترفض العمرة (٦٨)

یعنی، اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کا قول ظاہر کہ ''یا رسول اللہ یہ عرفہ کی رات ہے...... الخ ''اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنا عمرہ چھوڑنے کا حکم فرمایا کہ عمرہ کو پورا کرنے سے قبل اُس سے نکل جائیں اور ''توضیح'' میں ہے اسی طرح اہلِ کوفہ (یعنی احناف) نے اُس عورت کے بارے میں کہا جو طوافِ عمرہ سے قبل حائضہ ہو جائے اور اُسے حج کے فوت ہونے کا خوف ہو کہ وہ عمرہ چھوڑ دے۔

و قولها: "ترجع صواحبی بحجّ و عمرة، و أرجع أنا بالحجّ" صریح فی رفض العمرة، إذ لو دخل الحجّ علی العمرة لکانت هی و غیرها سواء و لما احتاجت إلی عمرة أخری بعد العمرة و الحجّ الذی فعلتهما، و قوله ﷺ: عند عمرتها الأخیرة، "هذه مکان عمرتك" صریح فی أنها خرجت من عمرتها الأولی و رفضتها، إذ لا تکون الثانیة مکان الأولیٰ، و الأولیٰ منفردة، و فی بعض الروایات: "هذه قضاء مِن عمرتكِ" (٦٩)

یعنی، اُمّ المؤمنین کا قول کہ ''میری سوتنیں حج اور عمرہ کے ساتھ لوٹیں گی اور میں صرف حج کے ساتھ'' یہ عمرہ چھوڑنے میں صریح ہے کیونکہ آپ عمرہ اور حج کے بعد جنہیں وہ ادا کر چکی تھیں دوسرے عمرہ کی محتاج نہ ہوتیں اور حضور ﷺ کا اُن کے آخری عمرہ کے وقت فرمانا ''یہ تیرے عمرہ کی جگہ ہے'' اس میں صریح ہے کہ آپ اپنے پہلے عمرہ سے نکل گئی تھیں اُسے آپ نے چھوڑ دیا تھا

٦٨ـ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٣/٣، ١٤٤

٦٩ـ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٤/٣

ورنہ دوسرا عمرہ پہلے کی جگہ نہیں ہو سکتا اور پہلا عمرہ مفردہ ہے، اور بعض روایات میں ہے ''یہ تیرے عمرے کی قضاء ہے''۔

اور علامہ ملاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(قالت: فحضتُ و لم أطف البيتَ) أى للعمرة (ولا بين الصفا و المروة) أى و لم أسع بينهما، إذا لا يصح السعى إلّا بعد الطواف، و إلا فالحيض لا يمنع السعى (فلم أزل حائضاً حتى كان يوم عرفة، و لم أهلل) أى لم أحرم أوّلاً (إلا بعمرة فأمرنى النبىّ ﷺ أن أنقض رأسى) أى شعرى، (و أمتشط و أهلّ بالحجّ) أى أمرنى أن أحرم بالحج و (أترك العمرة) أى أرفضها (۷۰)

یعنی، اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''میں حائضہ ہوگئی اور میں نے بیت اللہ شریف کا طواف نہ کیا'' یعنی عمرہ کے لئے ''اور نہ صفا و مروہ کے مابین''، یعنی میں نے اُن کے مابین سعی نہ کی کیونکہ سعی درست نہیں ہوتی مگر طواف کے بعد ورنہ حیض سعی کو مانع نہیں ہے'' پس میں مسلسل حائضہ رہی یہاں تک کہ عرفہ کا دن آگیا اور میں نے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا تو نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنا سر کھول دوں'' یعنی اپنے بال کھول دوں، اور ''کنگھی کروں اور حج کا احرام باندھ لوں''، یعنی مجھے حکم فرمایا کہ میں حج کا احرام باندھ لوں ''اور عمرہ کو ترک کر دوں''، یعنی اُسے چھوڑ دوں۔

اور لکھتے ہیں:

قال ابن الملك رحمه الله: أى أمرنى أن أخرج من إحرام العمرة، و أتركها باستباحة المحظورات من التمشيط و غيره لعدم القدرة على الإتيان بأفعالها بسبب الحيض، و قال الطيبى رحمه الله: أى

۷۰۔ مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع، الفصل الأول، برقم: ۲۵۵۶، ۴۷۸/۵

أمرنی أن أخرج من إحرام العمرة، و استبیح محظورات الإحرام،و أحرم بعد ذلك بالحجّ، فإن فرغت منه أحرم بالعمرة أی قضاءً ، و هذا ظاهر ...... "أمرنی أن اعتمر مکان عمرتی" أی بدلها نصب علی المصدر قاله ابن الملك أی: عمرتی التی رفضتها "من التنعیم" (۷۱)

یعنی، ابن الملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی مجھے حکم فرمایا عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور محظوراتِ احرام جیسے کنگھی وغیرہ مباح کر کے عمرہ کو چھوڑ دوں کیونکہ حیض کے سبب سے عمرہ کے افعال بجالانے پر قدرت نہیں ہے، علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا: یعنی مجھے حکم فرمایا کہ میں عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں ممنوعاتِ احرام کو مباح کرلوں، اُس کے بعد حج کا احرام باندھ لوں، جب میں اُس سے فارغ ہوئی تو میں نے عمرہ کا احرام باندھا یعنی (چھوڑے ہوئے عمرہ کی) قضاء کے لئے اور یہ ظاہر ہے، پس آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنے (چھوڑے ہوئے) عمرہ کی جگہ عمرہ ادا کروں یعنی اُس کے بدلے، یہ ابن الملک نے کہا یعنی، میرا وہ عمرہ جسے میں نے چھوڑا تھا "تنعیم سے"۔

اور شیخ محقق شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی حنفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله "و لا بین الصفا و المروة" أی: لاطفتُ بینهما، فإن الطواف یطلق علی السعی بین الصفا و المروة، کما ورد فی الحدیث، فإن کان مجازًا کما هو الظاهر، فإن الطواف: الحرکة حول الشیء یقدر بعد "لا": سعیتُ أو یُحمل علی عُموم المجاز

قوله: "أن أنقضَ رأسی .... إلخ" أی أخرج من إحرام العمرة

۷۱۔ مرقات الفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع، الفصل الأوّل، برقم: ۲۵۵۶، ۵/۴۷۸

و أستبيح محظورات الإحرام ، و "أهلّ بالحجّ" أی أحرم له، و إحرام الحائض و النفساء جائز، يغتسلنَ و يحرمنَ

و قد و قع فی بعض الروايات "أن اغتسلی و أحرمی" كما مرّ فی أول الباب من حديث جابر: فأمرها برفض تلك العمرة التی كانت أحرمت بها أوّلاً و الانتقال إلی الحج المفرد، فلما أدّتْ حجّها أمرها بالاعتمار قضاء لتلك العمرة السابقة، و هذا قول أبی حنيفة و أصحابه، فإن مذهبهم أن المرأة إذا تمتعتْ و أحرمتْ للعمرة فحاضتْ قبل الطواف تركت العمرة و أحرمتُ للحجّ المفرد، ثم قضت العمرة، و يستدلّون بهذا لحديث عن عائشة (۷۲)

یعنی ، یہ فرمان کہ ''نہ صفاومروہ کے مابین''یعنی میں نے ان کے مابین طواف نہیں کیا ، بے شک طواف کا اطلاق صفاومروہ کے مابین سعی پر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ پس اگر مجاز ہے جیسا کہ یہ ظاہر ہے، پس بے شک طواف کسی شئی کے گرد حرکت ہے اور ''لا'' کے بعد ''سعیت'' کو مقدر مانا جائے گا ، یا اسے عموم مجاز پر محمول کیا جائے گا۔

آپ کا قول کہ ''میں اپنے سر کو کھول دوں ...... الخ''، یعنی عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور ممنوعات احرام کو مباح کرلوں اور حج کا احرام باندھ لوں'' یعنی اُس کا احرام باندھوں اور حائضہ اور نفاس والی کا احرام جائز ہے وہ غسل کریں گی اور احرام باندھیں گی۔

اور بعض روایات میں آیا ہے ''میں غسل کروں اور احرام باندھوں'' جیسا کہ حدیث جابر کے اول میں گزرا پس انہیں اس عمرہ کو چھوڑنے کا حکم فرمایا کہ جس کا پہلے آپ نے احرام باندھا تھا، اور حج مفرد کی طرف منتقل ہونے کا حکم

۷۲۔ لمعات التنقيح فی شرح مشكاة المصابيح، كتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع، برقم: ۲۵۵۶، ۵/۳۲۶، ۳۲۷

فرمایا۔ جب آپ نے حج کا ارادہ فرمالیا تو انہیں اس عمرہ سابقہ کی قضاء کا حکم فرمایا، یہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور آپ کے اصحاب کا قول ہے، پس بے شک اُن کا مذہب یہ ہے کہ عورت جب حج تمتع کرے اور عمرہ کا احرام باندھ لے پھر وہ طواف عمرہ سے قبل حائضہ ہو جائے تو وہ عمرہ کو چھوڑ دے اور حج مفرد کا احرام باندھ لے، پھر عمرہ کی قضاء کرے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

و ما جاء فی الروایات: "ارفضی عمرتك"، و "دعی عمرتك"، و "اقضی عمرتك"، یؤیّد مذهب أبی حنیفة و أصحابه، و هم یؤوّلونها بأن المراد برفض العمرة و ترکها التحلّل منها، و ما جاء فی روایة "أمسکی عن العمرة" متحمل للوجهین

و قوله: "و أمرنی أن اعتمر مکان عمرتی" أی: بدلها قضاءً لما فات، و هذا أیضاً یؤیّد مذهبنا (۷۳)

یعنی، اور جو روایات میں آیا ہے کہ "ارفِضِی عُمْرَتَكِ" اور "دَعِی عُمْرَتَكِ" اور "اقْضِی عُمْرَتَكِ" یہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور اُن کے اصحاب کے مذہب کی تائید کرتا ہے اور وہ تاویل کرتے ہیں کہ رفض عمرہ اور اُس کے ترک (یعنی عمرہ چھوڑنے) سے مراد اس سے تَحَلُّل (یعنی احرام سے نکلنا) ہے اور وہ جو ایک روایت میں آیا ہے امسِکِی عَنِ العُمْرَۃِ (تم اپنے عمرے سے رُک جاؤ) یہ قول دو وُجوہ کا محتمل ہے۔

اور اُن کا قول "مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنے عمرے کی جگہ عمرہ کروں" یعنی اُس عمرے کے بدلے جو فوت ہوا قضاء کے طور پر (عمرہ کروں) اور یہ بھی ہمارے مذہب کی تائید کرتا ہے۔

باقی جن ائمہ نے اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے حج کو حجِ قران قرار دیا ہے، امام ابو

۷۳- لمعات التنقیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع،

حنیفہ نے اسے تسلیم نہیں کیا، چنانچہ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قلتُ: لأنها كانت مفردة، على ما روى عنها القاسم و عروة، و لم يأخذ بذلك مالك، بل كانت عنده قارنة و لزمها لذلك هدي القِران، و لم يأخذ أبو حنيفة أيضاً بذلك، لأنّها كانت عنده رافضة لعمرتها، و الرافضة عنده عليها دم للرفض و عليها عمرة، و الله المتعال و أعلم بحقيقة الحال (٧٤)

یعنی، میں کہتا ہوں کہ حضرت قاسم اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہما نے جو اُمّ المؤمنین سے روایت کیا اس کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہا مفردہ تھیں، امام مالک علیہ الرحمہ نے اسے نہیں لیا، اُن کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہا قارنہ تھیں جس کے لئے اُن پر دَم قران لازم تھا، اسے امام ابوحنیفہ نے بھی نہیں لیا کیونکہ اُن کے نزدیک آپ (عمرہ کا احرام باندھ کر عذر حیض کی وجہ سے) عمرہ کو چھوڑنے والی تھیں اور (عمرہ کا احرام باندھ کر اس احرام کو) چھوڑنے والی، پر عمرہ چھوڑنے کا دم اور اُس پر عمرہ کی قضا لازم ہے۔ و الله المتعال و أعلم بحقيقة الحال

بہر حال ہمارے نزدیک اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج سے قبل عمرہ کے احرام میں تھیں اور عرفہ کی رات آگئی اور حج کے فوت ہونے کا خوف لاحق ہوا اور ابھی تک آپ حیض سے فارغ نہ ہوئیں کہ عمرہ ادا کریں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں عمرہ کے احرام سے نکلنے کے لئے محظوراتِ احرام کے ارتکاب کا حکم فرمایا اور حج کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا، پھر حج مکمل ہوا تو چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کا حکم فرمایا۔ اب رہی یہ بات کہ جو عمرہ کا احرام باندھ کر کسی عذر کی بنا پر کھول دے تو اس پر قضاء لازم آتی ہے اور عمرہ چھوڑنے کا دم بھی، قضاء کا تذکرہ تو کثیر احادیث میں مذکور ہے اور دم کا صریح ذکر تو نظر سے نہیں گزرا کہ جس میں صراحت ہو کہ آپ

کے چھوڑے ہوئے عمرہ کا دَم دیا گیا تھا، ہاں اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی طرف سے گائے ذبح ہونے کا تذکرہ ضرور ہے، چنانچہ علامہ بدرالدین عینی حنفی نقل کرتے ہیں:

بل روی جابر رضی الله عنه أنه علیه الصلاة و السلام: أهدی عن عائشة بقرة (٧٥)

یعنی، بلکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ایک گائے بطور ہدی ذبح کروائی۔

ہمارے مذہب کے مطابق اس گائے کو عمرہ کا احرام باندھ کر اُسے چھوڑنے کی صورت میں لازم آنے والے دَم پر محمول کیا جائے گا۔

اور اگر اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حج کو حجِ قران پر محمول کیا جائے جیسا کہ بعض نے کیا ہے تو عمرہ ادا کئے بغیر وقوفِ عرفہ سے عمرہ چھوٹ جاتا ہے اور قِران باطل ہو جاتا ہے جب قِران ہی باطل ہو گیا اور دمِ قران بھی ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ احناف کا یہی مذہب ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

فلو لم یطُف لها حتی وقف بعرفة بعد الزوال ارتفضَتْ عمرته و بطل قِرانه و سَقَط عنه دمُه (٧٦)

یعنی، پس اگر عمرہ کا طواف نہ کیا یہاں تک کہ زوال کے بعد وُقوفِ عرفہ کر لیا تو اُس کا عمرہ چھوٹ گیا اور اس کا قِران باطل ہو گیا اور قِران کا دم اس سے ساقط ہو گیا۔

اور اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم اور چھوڑے ہوئے عمرہ کی ایامِ تشریق کے بعد قضاء لازم آئے گی چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

٧٥۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب نقض المرأة شعرها عند غسل

ثم إذا ارتفضت عمرته فعليه دم لرفضها، و قضاؤها بعد أيام التّشريق (۷۷)

یعنی، پھر جب عمرہ چھوٹ گیا تو اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دم اور ایام تشریق کے بعد اُس کی قضاء لازم ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م F-978

قارن کا کسی کام سے حدودِ حرم سے باہر جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا قارن جو عمرہ ادا کر چکا ہے منیٰ روانگی کو ابھی وقت ہے تو وہ کسی کام سے جدہ جاسکتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے میقات کے اندر کسی بھی مقام پر جانا مکہ مکرمہ میں رہنے کی مثل ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

والرجوع إلى داخل الميقات بمنزلة مكة (۷۸)

یعنی، میقات کے اندر لوٹنا مکہ مکرمہ کے مرتبے میں ہے۔

پھر قارن کا احرام نہیں کُھلتا یہاں تک کہ دونوں عبادتوں عمرہ وحج سے فارغ نہ ہو جائے یعنی قارن کا احرام دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد دم شکر ادا کرنے کے بعد حلق یا تقصیر کے ذریعے کھلتا ہے، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن اَبی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثم فيه تعجيل الإحرام واستدامة إحرامها من الميقات إلىٰ أن يفرغ منهما (۷۹)

۷۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، تحت قوله: ارتفضت عمرته، ص ۳۶۲

۷۸۔ لباب المناسك وعباب المسالك، باب التمتع، ص ۳۸۲

یعنی: پھر اس میں (یعنی قران میں) میقات سے احرام کی تعجیل اور عمرہ کے احرام کی ہمیشگی ہے یہاں تک کہ دونوں کے اعمال سے فارغ ہو۔

لہٰذا حجِ قران میں عمرہ کی ادائیگی کے بعد حاجی احرام میں ہی ہوتا ہے پھر وہ جدہ گیا، اِس سے اُس کے حجِ قِران پر کوئی اثر نہیں پڑا، وہ تو اپنے گھر سے بھی ہو کر آجائے تب بھی وہ مُحرم ہی رہتا اور اُس کا حجِ قِران ہی رہتا۔

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م 979-FH

منیٰ

ایامِ منیٰ میں جمعہ کے روز نمازِ ظہر باجماعت نہ پڑھی جائے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دس ذوالحجہ کو جمعہ کا دن ہوتا ہے اس روز حاجی کو رمی بھی ہوتی ہے اور قربانی بھی اور حلق بھی اور نہا کو وہ لباس تبدیل کرنے کا بھی اہتمام کرتا ہے اس طرح جمعہ کی نماز وہ نہیں پڑھ پاتا اور اُسے نماز ظہر ادا کرنی پڑتی ہے۔ کیا وہ چند ایسے حاجیوں کے ساتھ مل کر نماز ظہر باجماعت ادا کرسکتا ہے کہ جنہوں نے نماز جمعہ نہیں پڑھی تھی؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں منیٰ میں نماز ظہر باجماعت ادا نہیں کریں گے کیونکہ منیٰ شہر کے حکم میں ہے چنانچہ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

شرط أدائها المصر: و هو كلّ موضع له أمير وقاض ينفذُ الأحكامَ وُيقيم الحدودَ أو مصلّاه، و منىٰ مصر لا عرفات (۸۰)

یعنی، جمعہ کی ادائیگی کی شرط مصر ہے اور مصر ہر وہ جگہ ہے جہاں امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ کرتا ہو اور حدود قائم کرتا ہو یا فنائے مصر ہو، منیٰ مصر ہے نہ کہ عرفات۔

مندرجہ بالا عبارت میں تصریح ہے کہ منیٰ مصر ہے، اسی لئے فقہاء کرام نے منیٰ میں جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و یجمّع أی یصلّی الجمعۃَ خلافاً لمحمد بمنی أی أیام الموسم إذا کان فیہ أمیر مکۃ أو الحجاز أو الخلیفۃ و أما أمیر الموسم فلیس لہ ذلك أی التجمیع اتفاقاً إلّا إذا استعمل علی مکۃ أی جُعل عاملاً و أمیراً علیھا (۸۱)

یعنی، ایام حج میں منیٰ میں جمعہ قائم کیا جائے گا یعنی جمعہ کی نماز پڑھی جائے گی برخلاف امام محمد کے جب کہ اس میں امیر مکہ یا امیر حجاز یا خلیفۂ وقت ہو اور امیر حج کے لئے بالاتفاق جمعہ قائم کرنا جائز نہیں، ہاں اگر اُسے مکہ پر عامل اور امیر مقرر کر دیا گیا (تو جائز ہے)۔

اور علامہ شمس الدین ابن امیر الحاج محمد بن محمد حنفی متوفی ۸۷۹ھ امام اسبیجابی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و إن کان أمیر الموسم و ھو مقیم یجوز، و إن کان مسافر لا یجوز (۸۲)

یعنی، اگر امیر حج ہے اور وہ مقیم ہے تو جائز ہے اور اگر مسافر ہے تو جائز نہیں ہے۔

اور ایسی جگہ جو مصر کا حکم رکھتی ہو وہاں بروز جمعہ نماز ظہر با جماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے چنانچہ علامہ محمد بن عبد اللہ بن احمد حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و کُرہ تحریماً لمعذور و مسجون أداء الظھر بجماعۃ فی مصر و کذا أھل مصر فاتتھم الجمعۃ (۸۳)

یعنی، معذور، قیدی کے لیے مصر میں نماز ظہر با جماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی

۸۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب طواف الزیارۃ، مع قولہ: و یجمّع، ص۳۳۲

۸۲۔ حلبۃ المحلّی، فصل فی صفۃ الجمعۃ، تنبیہ، ۵۳۶/۲

۸۳۔ تنویر الأبصار و الدرّ المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ص: ۱۱۰

ہے اور اسی طرح ان اہلِ مصر کے لئے جن سے جمعہ فوت ہو گیا (یعنی جن کا جمعہ نکل گیا ہو)۔

اور وہ نمازِ ظہر با جماعت نمازِ جمعہ سے قبل پڑھیں یا نمازِ جمعہ کے بعد بہر حال دونوں حالتوں میں مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

قبل الجمعة وبعدها (۸٤)

یعنی، نماز جمعہ سے قبل اور اُس کے بعد۔

لہٰذا معذور افراد جمعہ کے دن بغیر اذان و اقامت اور بغیر جماعت کے نمازِ ظہر ادا کریں گے۔

چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

فإنهم يصلّون الظهر بغير أذان و لا إقامة و لا جماعة (۸٥)

یعنی، وہ نماز ظہر بغیر اذان و اقامت اور بغیر جماعت ادا کریں گے۔

اور مریض کے لیے تو مستحب ہے کہ وہ نماز ظہر کو جمعہ کے اختتام تک مؤخّر کرے چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

و يستحب للمريض تأخيرها إلى فراغ الإمام و كره إن لم يؤخّر هو الصحيح (۸٦)

یعنی، مریض کے لیے امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک نماز ظہر کو مؤخّر کرنا مستحب ہے اور اگر مؤخّر نہ کیا تو مکروہ ہے یہی صحیح ہے۔

لہٰذا وہ اقامت پذیر جس کی نماز جمعہ نکل گئی یا کسی اور وجہ سے نہ پڑھ سکا اور مسافر اور معذور و مریض وغیرہم سب کے سب منیٰ میں جمعہ کے روز نمازِ ظہر با جماعت ادا نہیں کریں

۸٤۔ الدُّرّ المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، تحت قوله: أداء الظهر بجماعة...... إلخ، ص ۱۱۰

۸٥۔ الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۱۰

۸٦۔ الدُّرّ المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۱۰

گے بلکہ تنہا پڑھیں گے۔

والله تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م 980-F

منیٰ میں نمازِ جمعہ وعید کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ منیٰ میں جامع شرائط امام کی موجودگی میں نمازِ جمعہ اور نمازِ عید کے وُجوب کا حکم دیں گے یا نہیں؟

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: منیٰ ایسی جگہ ہے جہاں نمازِ عید کی ادائیگی جائز ہے مگر نمازِ عید حاجیوں پر سے ساقط ہے چنانچہ قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ١٣٦٦ھ منیٰ میں قربانی کے وقت کے بارے میں ''شرح الطحاوی الصغیر'' کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

أقول: يؤخذ من هذا أن منیً لا يجوزُ فيها الأضحية إلّا بعد الزوال، لأنّها موضع تجوز فيه صلاة العيد إلّا أنّها سقطت عن الحاجّ و لم تر فی ذلك نقلاً مع كثرة المراجعة (٨٧)

یعنی، میں کہتا ہوں یہ اس عبارت سے ماخوذ ہے کہ منیٰ میں قربانی زوال سے قبل جائز نہیں کیونکہ منیٰ وہ جگہ ہے جہاں نمازِ عید جائز ہے مگر وہ حاجیوں پر سے ساقط ہے اور میں نے کثرت مراجعت کے باوجود اس باب میں کوئی نقل نہیں دیکھی۔

لہٰذا حاجیوں پر نمازِ عید کے وُجوب کا حکم نہیں دیں گے کیونکہ وہ اُن پر سے ساقط اور اس

٨٧۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری، باب الجنايات و كفاراتها، فصل فی أحكام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و يستوی فيه مقيم الخ، ص ٥٥٩

پر علماء کا اجماع ہے چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

سقط عنهم صلاة العيد إجماعاً (۸۸)

یعنی، ان پر سے بالاجماع عید کی نماز ساقط ہے۔

اور قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ ''مبسوط سرخسی'' سے نقل کرتے ہیں:

ليس على أهل منىً يوم النحر صلاة العيد لأنّهم فی وقت صلاة العيد مشغولون بأداء المناسك، فلا يلزمهم صلاة العيد (۸۹)

یعنی، ''مبسوط'' میں فرمایا کہ نحر کے روز اہلِ منیٰ پر نمازِ عید نہیں ہے، کیونکہ وہ نمازِ عید کے وقت مناسک کی ادائیگی میں مشغول ہوتے ہیں، لہٰذا اُن پر عید کی نماز لازم نہیں ہے۔

اور نمازِ جمعہ مقیم حاجی پر سے ساقط نہیں، ہاں بعض فقہاء کے نزدیک اُن پر سے نمازِ جمعہ بھی ساقط ہے، چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و كذا صلاة الجمعة بمنى عند بعضهم (۹۰)

یعنی، اس طرح بعض کے نزدیک اہلِ منیٰ سے نمازِ جمعہ ساقط ہے۔

لیکن اکثر فقہاء کرام نمازِ جمعہ کے عدمِ سقوط کے قائل ہیں، جیسا کہ ملّا علی قاری کا ''بعضہم'' لکھنا اس پر دلالت کرتا ہے۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 981-TF

۸۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات و كفاراتها، فصل فی أحكام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و يستوی فيه مقيم الخ، ص۵۵۹

۸۹۔ إرشاد الساری إلى مناسك الملا علی القاری، باب الجنايات و كفاراتها، فصل فی أحكام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و يستوی فيه مقيم الخ، ص۵۵۹

۹۰۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات و كفاراتها، فصل فی أحكام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و يستوی فيه مقيم الخ، ص۵۵۹

ایامِ منیٰ میں گروپ آرگنائزروں کا

حجاج کو منیٰ چھوڑنے کی ترغیب دلانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ منیٰ میں رات کا اکثر حصہ گزرنا سنت مؤکدہ ہے اب ہوا یہ ہے کہ کئی گروپ آپریٹر (آرگنائزر) حضرات نے حاجیوں کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے کہ وہ سارا دن ہوٹل میں گزارتے ہیں ایام منیٰ میں کھانا بھی عزیزیہ کے ہوٹل میں مہیا کرنا شروع کر دیا ہے ان دنوں خیمے حاجیوں سے خالی ہوتے ہیں حالانکہ شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت ہے کہ ایام منیٰ میں حرم کعبہ میں نماز پڑھنے سے بھی منیٰ میں نماز پڑھنا افضل ہے ایام نحر میں منیٰ میں دن میں ٹھہرنے کا کیا حکم ہے کیا یہ ٹھہرنا سنت ہے یا مستحب ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد ایک ہی حج ادا فرمایا جسے ''حجۃ الوداع'' کے نام سے جانا جاتا ہے کُتُبِ احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ ایام منیٰ میں جب یوم نحر (دس ذی الحجہ) کو منیٰ تشریف لائے تو سوائے طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے جانے کے کہیں بھی تشریف نہیں لے گئے، آپ ﷺ طوافِ زیارت کرنے کے بعد بلا تاخیر منیٰ واپس تشریف لائے، پھر تیرہ تاریخ تک دن اور رات منیٰ میں قیام فرمایا۔ چنانچہ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ (۹۱الف) اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ۴۸۵ھ (۹۱ ب) لکھتے ہیں:

''عن ابن عمر أنه كان يأتى الجمار فى الأيام الثلاثة بعد يوم

۹۱الف ۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب رمی الجمار، برقم: ۱۹۶۹، ۲/۳۳۹

۹۱ب ۔ و السُّنَن الكبرى للبيهقی، کتاب الحج، باب استحباب النزول فی الرمی إلخ، برقم: ۹۵۵۸، ۵/۲۱۳

النـحـر ماشیاً ذاهباً و راجعاً، ویخبر: أن النبی صلی الله علیه وسلم کا ن یفعل ذلك"

یعنی، ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ یوم نحر (یعنی دس ذوالحجہ) کے بعد تینوں دن (یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ) میں جمرات پر پیدل آتے اور جاتے اور بتاتے تھے کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے''۔

اس کے تحت ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قـال الطبری: فی الحدیث دلالة علی أن النّبی صلی الله علیه وسلم استکمل الأیام الثلاثة۔" (۹۲)

یعنی، امام طبری نے فرمایا اس حدیث شریف میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذی الحجہ کے بعد کے تین دن منی میں پورے فرمائے۔

اور لکھتے ہیں کہ

بـه صـرّح ابن حزم فی صفة حجة صلی الله علیه وسلم، فقال: أقام بها یوم النحر ولیلة القرّ ویومه، ولیلة النّفر الأول و یومه، ولیلة النّفر الثّانی ویومه، هذه أیام التّشریق وأیام منی (۹۳)

یعنی، اسی کی ابن حزم نے نبی کریم ﷺ کے حج کی صفت کے بیان میں تصریح کی ہے، پس کہا کہ آپ ﷺ یوم نحر (دس ذوالحجہ کے دن)، قر (یعنی گیارہ) کی رات اور اس کا دن اور نفرِ اول (یعنی بارہ) کی رات اور اس کا

۹۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار، فصل: اذا فرغ من الرمی، تحت قوله: و رمیها علی الجمرة مکروہ، ص ۳۴۵

۹۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار، فصل: إذا فرغ من الرمی، تحت قوله: و رمیها علی الجمرة مکروہ، ص ۳۴۵

دن اور نفرِ ثانی (یعنی تیرہ) کی رات اور اس کا دن منیٰ میں ٹھہرتے اور یہ ایام تشریق اور ایام منیٰ ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایام منیٰ سرزمین منیٰ میں گزارتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اسی میں ہے کہ حاجی سوائے طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ نہ جائے کہ ایامِ منیٰ میں منیٰ کو نہ چھوڑے اور ایامِ منیٰ میں منیٰ میں نماز ادا کرنا مسجد الحرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی نقل کرتے ہیں:

مِن ثَمّ قال السبکی: صلاۃ الظهر بمنیٰ یوم النحر أفضل منها بمکة بالمسجد الحرام۔" (۹۴)

یعنی: اسی لئے امام سبکی نے فرمایا: نحر کے روز نماز ظہر منیٰ میں پڑھنا مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام میں پڑھنے سے افضل ہے۔"

لہٰذا حجاج کرام کو چاہیے کہ وہ یہ ایام منیٰ میں ہی گزاریں اور خاص طور پر بعض گروپ آپریٹرز نے حجاج کرام کے حالات کو دیکھتے ہوئے منیٰ میں کھانے کا بندوبست کرنے کی بجائے عزیزیہ وغیرہ میں کھانا مہیا کرنا شروع کر دیا ہے جو حاجی نبی کریم ﷺ کے مبارک طریقے کے تارک ہیں، یہ گروپ آپریٹرز کی جانب سے ان کی ترکِ سنت پر معاونت ہے اور جو حاجی حضور ﷺ کی مبارک سنت پر علم پیرا ہوتے ہیں اُن کو ترکِ سنت پر مجبور کرنا ہے لہٰذا اُنہیں اِس سے باز آنا چاہیے۔

کوئی گروپ آرگنائزر جسے رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنّت کا ذرا برابر بھی لحاظ نہ ہو اور وہ منیٰ میں کھانے کا اہتمام کرنے کی بجائے عزیزیہ وغیرہ میں ہی کھانا مہیا کرنے پر مُصر ہو تو حاجی صاحبان کو چاہیے کہ وہ کھانے کو چھوڑ کر سنّت کی ادائیگی کو ترجیح دیں اور اس بات پر غور کریں کہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین عظام اور ہمارے دیگر اسلاف کیسے منیٰ میں قیام کرتے تھے سوائے طوافِ زیارت کے منیٰ کو نہ چھوڑتے تھے جب کہ اس زمانے

۹۴۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، برقم: ۶۹۲، ۲/۳۹۵ تا ۳۹۷

میں آجکل پائی جانے والی سہولتیں بھی موجود نہ تھی۔

لہٰذا ایام منیٰ سرزمین منیٰ پر گزارنا نبی کریم ﷺ کی مبارک سنت اور عمل صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہے، اس لئے حاجی کو چاہیئے کہ صرف طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ کو جائے اور ایام منیٰ میں منیٰ میں ہی رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت کو زندہ رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م F-982

رمی

کیا تیرہ تاریخ کو رمی کرنا سنت سے ثابت ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا تیرہ کی رمی کی اس حیثیت سے فضیلت ہے کہ یہ سنّت سے ثابت ہے اور رسول ﷺ نے تیرہ کی رمی فرمائی ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایامِ رمی کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے جس سے ان ایام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ (۹۵)

ترجمہ: ان مقررہ دنوں میں اللہ کو خوب یاد کرو جس نے دو دنوں میں جلدی کری اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے تاخیر کرلی اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت کریمہ کے تحت ملّا جیون احمد بن ابی سعید جونپوری حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں:

فإنما أجرى هذا الكلام على حسب زعم المخاطبين وإلا فالتأخير مستحب بالإتفاق (۹۶)

یعنی، اس کلام کو مخاطبین کے زعم کے مطابق جاری کیا گیا روز (تیرہویں ذوالحجہ تک) تاخیر بالاتفاق مستحب ہے۔

۹۵۔ البقرۃ:۲۰۳

۹۶۔ تفسیرات أحمدیة، ص: ۹۸

اور حضور اکرم ﷺ نے تیرہ ذوالحجہ تک منیٰ میں قیام فرمایا اور تیرہ تاریخ کو زوال کے بعد رمی فرما کر واپس تشریف لائے چنانچہ عماد الدین بو الفداء اسماعیل بن عمر دمشقی شافعی متوفی ۷۷۴ھ نقل کرتے ہیں:

فلما کان یوم النفر الآخر، و هو الیوم الثالث من أیام التشریق، و کان یوم الثلاثاء رکب رسول الله ﷺ و المسلمون معه، فنفر بهم من منی (۹۷)

یعنی، جب ایام تشریق تیسرا دن آیا اور وہ منگل کا دن تھا۔ رسول ﷺ سوار ہوئے تمام مسلمان بھی ساتھ تھے اور آپ اُن کے ساتھ منیٰ سے روانہ ہوئے۔

اس لئے تیرہ تاریخ کو رمی کے لئے منیٰ میں قیام افضل ہے چنانچہ ملّا جیون احمد بن ابی سعید جونپوری حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں:

والأفضل أن یقیم لأن النبی ﷺ تأخّر حتی رمی الجمار فی الیوم الرّابع (۹۸)

یعنی، افضل یہ ہے کہ ٹھہر جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی اقامت کو مؤخر کیا یہاں تک کہ چوتھے روز جمعرات کی رمی فرمائی۔

اور علامہ صالح الحباب حنفی لکھتے ہیں:

والإقامة أفضل إتباعاً لفعله علیه السلام (۹۹)

یعنی، حضور ﷺ کے مبارک فعل کی اتباع میں چوتھے روز ٹھہرنا افضل ہے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

والأفضل أن یقیم و یرمی فی الیوم الرابع (۱۰۰)

۹۷۔ البدایة و النهایة، باب دخول النبی ﷺ ای مکة شرّفها الله عز و جل، فصل: الیوم السادس من ذی الحجة و تسمیة باقی الأیام، ۴/۱۶۰

۹۸۔ تفسیرات أحمدیة، ص۹۹

۹۹۔ حاشیه صالح الحباب علی شرح المنسك باب رمی الجمار و أحکامه ۴۹/ب

یعنی، افضل یہ ہے کہ منیٰ میں ٹھہرے اور چوتھے دن کی رمی کرے۔

اور اس کے تحت علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں

أی لفعله ﷺ وقوله تبارك و تعالیٰ: ﴿وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى﴾ إشارة إلی أن هذا هو الأولی لمن اتقی المولی (۱۰۱)

یعنی، (ٹھہرے اور چوتھے دن کی رمی کرے) نبی کریم ﷺ کے مبارک فعل اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان ''اور رہ جائے تو اس پر گناہ نہیں پرہیز گار کے لئے'' کی وجہ سے، اس آیت میں اشارہ ہے کہ (چوتھے دن رمی کے لئے رُکنا) اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

اور لکھتے ہیں:

وقد روی أبو داودو (سنن أبی داود، کتاب المناسك، باب فی رمی الجمار، برقم:۱۹۶۹، ۲/۳۳۹) البیهقی عن ابن عمر رضی الله عنهما: أنه کان یأتی الجمار فی الأیّام الثلاثة بعد یوم النّحر ماشیاً ذاهباً راجعاً، و یُخبر أن النّبی ﷺ کان یفعلُ ذلك (۱۰۲)

یعنی، امام ابو داؤد اور امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ یوم نِحر کے بعد تینوں روز جمرات پر پیدل آتے اور جاتے اور خبر دیتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا۔

اور لکھتے ہیں:

قال الطبری: فی الحدیث دلالة علی أن النبی ﷺ استکمل الأیّام الثلاثة بمنی، و به صرّح ابن حزم فی صفة حجّه ﷺ فقال: أقام

۱۰۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار، فصل إذا فرغ من الرمی، ص۳۴۳

۱۰۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه، فصل: فی رمی الیوم الرابع، ص۳۴۵

بهـا يـوم النّحر، و ليلة القرِ و يومه، و ليلة النفر الأول و يومه، و ليلة النّفر الثّانی و يومه و هذه أيّام التّشريق و أيّام منی، انتهی (۱۰۳)

یعنی، امام طبری فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (دس ذوالحجہ) کے بعد تین روز منیٰ میں مکمل فرمائے، اور ابن حزم نے نبی کریم ﷺ کے حج کی صفت کے بیان میں اس کی تصریح کی ہے، پس کہا آپ نے یوم نحر، قر کی رات (یعنی گیارہ ذوالحجہ کی رات) اور اس کا دن، نفر اول (یعنی بارہ) کی رات اور اس کا دن اور نفر ثانی (یعنی تیرہ) کی رات اور اُس کا دن منیٰ میں قیام فرمایا، اور یہ ایام تشریق اور ایام منیٰ ہیں۔

اور لکھتے ہیں:

و لـذا صـرّح أصـحـابـنـا و الشافعية بأن الأفضل أن يقيم لرمی يوم الـرّابـع، فـإنـه من باب تكميل العبادة، و للذين أحسنوا الحسنی و زيادة (۱۰٤)

یعنی، ہمارے اصحاب (احناف) اور شافعیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ افضل یہ ہے کہ منیٰ میں ٹھہرے تاکہ چوتھے روز کی رمی کرے، پس یہ اُن لوگوں کے لئے تکمیل عبادت کے باب سے ہے جو زیادہ نیکی کرتے ہیں۔

والله تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱٥م 983-F

۱۰۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل: فی رمی اليوم الرابع، ص ۳٤٥

۱۰٤۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل: فی رمی اليوم الرابع، ص ۳٤٥

رات میں رمی کرنا کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ رات میں رمی کرنا مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی ہے؟

(السائل: جمیل غوری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: بلاعذر رات میں رمی کرنا اساءت یعنی خلافِ سنت ہے لیکن اس وجہ سے کوئی کفّارہ لازم نہیں ہوگا اور عذر ہونے کی وجہ سے مکروہ بھی نہیں۔

دسویں ذی الحجہ کی رمی کے مکروہ وقت کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:-

و وقت الکراهة مع الجواز: من الغروب إلی طلوع الفجر الثانی من غده، ولو أخّر إلی اللیل کره۔(۱۰۵)

یعنی، وقتِ کراہت مع جواز (دس تاریخ کے) غُروبِ آفتاب سے اگلے دن کی طلوعِ صبح صادق تک ہے اور اگر رات تک مؤخّر کیا تو مکروہ ہے۔

گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کے مکروہ وقت کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

والوقت المسنون فی الیومین یمتد من الزوال إلی غروب الشمس، ومن الغروب إلیٰ طلوع الفجر وقت مکروہ (۱۰۶)

یعنی، گیارہویں اور بارہویں تاریخ میں رمی کا مسنون وقت زوال کے بعد سے

۱۰۵۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه، تحت قوله: إلی اللیل کره، ص ۳۳۳

۱۰۶۔ لباب المناسك مع شرح للقاری، باب رمی الجمار و أحکامه، تحت قوله: إلی اللیل کره،

غروبِ شمس تک ہے اور غروبِ شمس سے طلوعِ فجر تک (بلا عذر) مکروہ ہے۔

اگر رات میں رمی کر لی تو اس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں ہو گا لیکن ترکِ سنت کی وجہ سے اساءت کا حکم ہو گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(و هـذا وقـت الجواز مع الإسائة) أى لتر كه السنة من غير ضرورة .... (و لا يـلـزمـه شـىء) أى مـن الكفارة، لكن يلزمه الإسائة لتر كه السنة (۱۰۷)

یعنی، اور یہ وقت جواز مع اساءت ہے یعنی ترک سنت کی وجہ سے بغیر ضرورت.......... اور اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہو گا لیکن ترک سنت ہونے کی وجہ سے اساءت کا حکم ہو گا۔

اور عورتوں اور کمزور افراد کے حق میں رات میں رمی کرنا مکروہ نہیں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملّا علی قاری حنفی یوم نحر کی رمی کے بیان میں لکھتے ہیں:

ولو أخره إلى الليل كُرِهَ إلّا فى حق النساء و كذا حكم الضّعفاء (۱۰۸)

یعنی، اگر رمی کو رات تک مؤخّر کیا تو مکروہ ہے، مگر عورتوں کے حق میں (رات میں رمی مکروہ نہیں) ایسے ہی کمزور افراد کا حکم ہے۔

عورتوں کے حق میں رات میں رمی کرنا افضل ہے چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلّا أنّ رميَها فى اللّيلِ أفضلُ (۱۰۹)

یعنی، مگر یہ کہ عورت کا رات میں رمی کرنا افضل ہے۔

۱۰۷۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب رمى الحمار وأحكامه، تحت قوله: إلى الليل كره، ص ۳۳۳

۱۰۸۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب رمى الحمار و أحكامه، مع قوله: و لو أخر، ص ۳۳۲

۱۰۹۔ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسّط، باب رمى الحمار، فصل أحكام الرمى إلخ،

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

مرد و زن در رمی جمار برابراند إلّا أنکه افضل در حق زن آن است که رمی نماید درشب زیارةً للسّتر (۱۱۰)

یعنی، مرد اور عورت رمی جمار میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے حق میں پردہ میں زیادتی کے لئے افضل یہ ہے کہ رات میں رمی کرے کہ اس میں زیادہ ستر ہے۔

لہٰذا رات میں بلا عذر رمی کرنا بھی مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ جن فقہاء کرام نے اس پر کراہت کا اطلاق کیا ہے اُن کی اس سے مراد کراہت تنزیہی ہو سکتی ہے نہ کہ تحریمی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 984-F

دس تاریخ کو رمی کرنے والے کی بقیہ دو واجبات میں ترتیب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص متمتع تھا اُس نے رمی نہیں کی اور حلق کروالیا، ظاہر ہے کہ اس پر رمی سے قبل حلق کروانے کا ایک دم لازم ہوا ہے اس نے رمی کی ہی نہیں، کیا اس پر دوسرا دم بھی ہے، ایک واجب ترک کرنے کا دوسرا ترتیب بدلنے کا، ظاہر ہے کہ ترتیب تو اسی صورت میں بدلتی کہ وہ رمی بعد میں کرتا اور اس نے رمی کی ہی نہیں، تو کیا اس پر ایک دم ہوگا یا دو دم ہوں گے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں متمتع اور قارن کے حق میں رمی، قربانی اور حلق کرنا ہیں چونکہ ان میں ترتیب واجب ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۱۱۰۔ حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب نهم دربیان طواف زیارة، فصل چهارم در بیان وقت رمی جمار، ص ۲۱۸

الترتیب بین الحلق و الذبح و الرمی واجب عندہ علی القارن و المتمتّع (۱۱۱)

یعنی، قارن اور متمتع پر حلق، ذبح اور رمی کے مابین ترتیب امام اعظم کے نزدیک واجب ہے۔

اس ترتیب کا خلاف کرنے کی صورت میں ترک واجب ہونے کی وجہ سے دم لازم آتا ہے اور رمی خود واجباتِ حج سے ہے اور پھر ہر روز کی رمی الگ واجب ہے کوئی ایک روز کی رمی ترک کرے تو بھی دم ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إن ترك رمی یومٍ واحدٍ فعلیه دمٌ (۱۱۲)

یعنی، اگر ایک دن کی رمی ترک کی تو اس پر دَم ہے۔

اور دو روز کی رمی ترک کرے تو بھی ایک ہی دم اور تینوں روز کی رمی نہ کرے تو بھی ایک ہی دم ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و من ترك رَمی الجمارِ فی الأیام کُلِّها فعلیه دمٌ و یکفیه دمٌ واحدٌ۔" (۱۱۳)

یعنی، جس نے تمام دنوں کی رمی چھوڑ دی اُس پر دَم ہے اور اُسے ایک دَم کافی ہے۔

اور اگر کوئی شخص ایک دن کی رمی ترک کرے اور اس پر لازم آنے والا دم دے دے پھر دوسرے روز کی رمی نہ کرے اور اس پر لازم آنے والا دم دے دے اسی طرح تیسرے روز کی رمی ترک کرے تو اُسے پھر دم دینا ہوگا ہاں اگر اس نے پہلے، دوسرے اور تیسرے روز کی

۱۱۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی الذبح و الحلق، ص۵۰۶

۱۱۲۔ بدایة المبتدی، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ۱۔۲/۲۰۱

۱۱۳۔ بدایة المبتدی، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ۱۔۲/۲۰۰، ۲۰۱

رمی چھوڑ دی اور کوئی دم نہ دیا تو اُسے ایک ہی دم دینا ہوگا۔

اب چونکہ اُس نے دس تاریخ کی رمی کی ہی نہیں تو اس کے حق میں قربانی اور حلق کے درمیان ترتیب باقی رہی۔ لہٰذا اس پر ایک دم لازم آئے گا، جو دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کو چھوڑنے کا دم ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م 985-F

مزدلفہ

بلاعُذرِ شرعی وُقوفِ مزدلفہ کا ترک

استفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمارا قافلہ رات ۲:۳۰ پر مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہوگیا ہمارے ساتھ عورتیں بھی تھیں، اگر ہم نہیں جاتے تو ہمیں منیٰ میں اپنی جگہ تلاش کرنا مشکل ہو جاتی، کیا یہ عُذر قابل قبول ہوگا اُن سے دم ساقط ہو جائے گا؟

(السائل: اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: وُقوفِ مزدلفہ حج کے واجبات سے ہے اور اس کا وقت فجر کے بعد سے ہے اور وُقوف چاہے ایک گھڑی کا ہو واجب ادا ہو جائے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں

والوقوف بمزدلفة أی و لو ساعة بعد الفجر (۱۱۴)

یعنی، مزدلفہ کا وقوف واجب ہے اگرچہ فجر کے بعد ایک ساعت کے لئے ہو۔

وُقوفِ مزدلفہ کا ترک اگر کسی عُذر کی بنا پر نہ ہو تو دم لازم آتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

ولو ترك الوقوفَ بالمزدلفةِ بلا عُذرٍ لَزِمه دمٌ (۱۱۵)

یعنی، اگر مزدلفہ کا وُقوف بلاعُذر ترک کیا تو اس پر دم لازم ہے۔

اور یہی ترک کسی عذر کی بنا پر ہو تو اُس پر کچھ لازم نہیں آتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی

۱۱۴۔ لباب المناسك و المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فرائض الحج إلخ، فصل فی واجبات، ص۹۶، ۹۷

۱۱۵۔ لباب المناسك، مع شرحه، باب الجنایات، النوع الخامس فی أفعال الحج، فصل فی الجنایات فی الوقوف بالمزدلفة، ص ...

حنفی لکھتے ہیں:

و أن تركه بعذر ---- فلاشيءٌ عليه۔ ملخصاً (۱۱۶)

یعنی، اگراس کا ترک کسی عُذر کی وجہ سے کیا تو اُس پر کچھ نہیں۔

اب دیکھنا ہے کہ وہ کون سے اعذار ہیں کہ جن کی بنا پر یہ دم ساقط ہوتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

بأن كانت به علّة أي مرضٌ مانعٌ مِن وُقوفه بها أو ضُعفٌ أي في بِنَيتِه أو مِشيته أو كانت امرأةٌ أي و نحوها من نفوس الرجال تخاف الزحام أي في طريق منىً، أي في ضيق أماكنها (۱۱۷)

یعنی، اس طرح کہ اُسے کوئی علّت ہو یعنی مرض ہو جو اُس کے وُقوفِ مزدلفہ کو مانع ہو یا کمزوری ہو اس کی جسامت یا چلنے میں یا عورت ہو یا اس کی مثل کوئی مرد جو بھیڑ سے ڈرتا ہو یعنی منیٰ کے راستے میں جگہ کے تنگ ہونے سے ڈرتا ہو۔

سوال میں مذکور عُذر اُن اعذار میں سے نہیں ہے کہ جس کی بنا پر ترکِ وُقوف مزدلفہ کا دَم ساقط ہو جائے، لہٰذا اس پر دَم لازم ہے اور توبہ بھی لازم ہے۔ کیونکہ ترکِ واجب گُناہ ہے اور گُناہ کی معافی کے لئے توبہ ضروری ہے، چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ومرتفع نہ نگردد آں اثم بغیر توبۃ (۱۱۸)

یعنی، گناہ بغیر توبہ کے معاف نہ ہوگا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱۴۳۶ھ، سبتمبر ۲۰۱۵م 986-F

۱۱۶۔ لباب المناسك مع شرحه، باب الجنايات، النوع الخامس في أفعال الحج، فصل في الجنايات في الوقوف بالمزدلفة، ص ۵۰۵

۱۱۷۔ لباب المناسك مع شرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنايات، النوع الخامس، فصل: في الجنايات في الوقوف إلخ ص ۵۰۵ ايضاً

۱۱۸۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، مقدمۃ الرسالۃ، فصل سیوم، ص ۴۵

وُقوفِ مزدلفہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طلوعِ فجر سے قبل مزدلفہ چھوڑ کر چلا جائے اور وہ پھر طلوعِ آفتاب سے قبل واپس مزدلفہ آجائے تو کیا اُس سے دم ساقط ہوجائے گا؟

(السائل: اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: وُقوفِ مزدلفہ واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

الوقوفُ بها واجبٌ (۱۱۹)

یعنی، وقوفِ مزدلفہ واجب ہے۔

اور وُقوف کا وقت صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أول وقته طلوع الفجر الثانی من یوم النحر و آخره طلوع الشمس (۱۲۰)

یعنی، اس کا اوّل وقت یوم نحر کے طلوعِ صبح صادق سے ہے اور آخری وقت اس روز کے طلوعِ آفتاب تک ہے۔

اور اگر اسے بلاعذر ترک کرتا ہے تو دَم لازم آتا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

ولو ترك الوقوف بها فدفع لیلاً فعلیه دمٌ (۱۲۱)

۱۱۹۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أحكام المزدلفة، فصل: فی الوقوف بها، ص ۳۱۰

۱۲۰۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أحكام المزدلفة، فصل: فی الوقوف بها، ص ۳۱۰

۱۲۱۔ لباب المناسك، باب أحكام المزدلفة مع ترجمه، ص ۳۱۰

یعنی، اگر (بلاعذر شرعی) مزدلفہ کے وُقوف کو ترک کر دیا اور رات کو چلا گیا تو اس پر دَم لازم ہے۔

اِس کے تحت مُلاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی محتم لتركه الواجب (۱۲۲)

یعنی، اس پر واجب ترک کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

و إن كان لغير عُذرٍ فعليه دمٌ لتركه واجباً من واجبات الحجِّ (۱۲۳)

یعنی، اگر بلاعذر ہو تو اُس پر واجبات حج میں سے ایک واجب کو چھوڑنے کی سبب دَم لازم ہے۔

اور اگر وُقوف کے وقت یعنی نحر سے قبل مزدلفہ سے نکل گیا اور طلوعِ آفتاب سے قبل لوٹ آیا تو اُس پر لازم آنے والا دَم ساقط ہو جائے گا جیسے کوئی شخص یوم عرفہ کو غروبِ آفتاب سے قبل عرفات سے نکل گیا اور ابھی غُروب نہیں ہوا تھا تو واپس لوٹ آیا تو اُس پر لازم آنے والا دَم بھی ساقط ہو جاتا ہے، چنانچہ علام رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و إن عاد قبله فدفع بعد الغروب سقط على الصحيح (۱۲٤)

یعنی، اگر غروب سے قبل لوٹ آیا پھر غروب کے بعد نکلا تو صحیح قول کے مطابق (لازم آنے والا دَم) ساقط ہو جائے گا۔

اور اس قول کی صحت کی تصریح ''صاحب فتح القدیر'' نے کی ہے چنانچہ مُلاّ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

۱۲۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أحكام المزدلفه، تحت قوله: ليلا فعليه دمٌ، ص ۳۱۰

۱۲۳۔ المبسوط للسرخسی، كتاب المناسك، باب الخروج إلى منى ۵۷/۴/۲

۱۲۴۔ لباب المناسك مع شرح للقاری، باب الوقوف بعرفة و أحكامه العرفة، فصل: فی الدفع قبل الغروب، ص ۲۹۷

أی علی القول الصحیح کما فی "الفتح" (١٢٥)
یعنی، صحیح قول کے مطابق جیسا کہ "فتح القدیر" ہے۔

اور اگر طلوع آفتاب کے بعد مزدلفہ کو لوٹتا تو لازم ہونے والا دَم ساقط نہ ہوتا جیسا کہ عرفات میں غُروب آفتاب کے بعد لوٹنے سے دَم ساقط نہیں ہوتا چنانچہ ملاّ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و إن جاوزہ قبلہ فعلیہ دم فإن لم یَعُد أصلاً أو عاد بعد الغروب لم یسقط الدم (١٢٦)

یعنی، اور غروب سے قبل عرفات سے نکل گیا تو اُس پر دَم لازم ہے پھر اگر اَصلاً نہ لوٹا یا غروب کے بعد لوٹا تو دَم ساقط نہ ہوگا۔

یاد رہے اگر جان بوجھ کر اس طرح کا فعل کیا تو ایسے شخص پر توبہ لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م 987-F

١٢٥۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب العرفة، فصل فی الدفع قبل الغروب، ص: ٢٩٧

١٢٦۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب العرفة، فصل فی الدفع قبل الغروب، ص: ٢٩٧

قربانی

مسافر حاجی پر قربانی کے وُجوب کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ مناسک حج کی کتاب میں قربانی کے بارے میں ہے:

فلا تجبُ علی المسافرین و لا علی الحاجّ إذا کان مُحرماً و إن کان من أھلِ مکة اھ (۱۲۷)

یعنی، عیدالاضحیٰ کی قربانی نہ مسافروں پر واجب ہے اور نہ حاجی پر جب کہ مُحرم ہو اگرچہ اہلِ مکہ میں سے ہو۔

مندرجہ بالا عبارت میں ''نہ مسافر پر اور نہ حاجی'' پر ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسافر کا ذِکر فرمایا اور خاص طور پر حاجی کو علیحدہ ذِکر فرمایا اور جہاں مقیم پر قربانی کا ذِکر ہے، وہاں ہر مقام پر اہلِ مکہ کا ذِکر ہے جس سے حاجی کا استثناء معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے اسی عبارت میں نمازِ عید کی رُخصت کا ذِکر ہے کہ فرمایا:

کما سقَطَ عنھم صلاةُ العِید إجماعاً

یعنی، جیسا کہ اُن پر سے بالاجماع عید کی نماز ساقط ہے۔

اور پھر حاشیہ ''ارشاد الساری'' میں ہے:

و الأضحیة إنما تجب ...... إذا کان محرماً من أھل مکة،

اس سے بھی ظاہر ہے کہ حاجی مقیم ہو یا مسافر اُس پر قربانی واجب نہیں ہے۔

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

۱۲۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فی جزاء الجنایات و کفّاراتھا، فصل فی

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام کی عبارت "فلا تجبُ علی المسافرین و لا علی الحاجّ إذا کان محرماً" میں حاجی سے مراد مسافر حاجی ہیں جیسا کہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

و أراد بالحاجّ المسافرین ۔ ملخصاً (۱۲۸)

یعنی، انہوں نے حجاج سے مراد مسافر لئے ہیں۔

اسی طرح علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ (۱۲۹ الف) اور اُن سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ (۱۲۹ ب) اور علامہ سید محمد ابوالسعود حنفی لکھتے ہیں:

و أراد بالحاجّ المسافر

یعنی، امام محمد نے حاجی سے مراد مسافر کو لیا ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے صراحت کردی کہ

فلا تجبُ علی حاجّ مسافرٍ (۱۳۰)

یعنی، پس قربانی حاجی مسافر پر واجب نہیں۔

لہٰذا حاجی اگر مسافر ہوگا تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہوگی اور اگر مقیم ہوگا تو وُجوب کی دیگر شرائط کے پائے جانے کی صورت میں اس پر قربانی واجب ہوگی، چنانچہ سید ثابت ابو المعالی حنفی اور علامہ محمد حسن شاہ حنفی لکھتے ہیں:

و أمّا الأضحیة: فإن کان مسافراً فلا تجب علیه، إلّا کالمکی فتجبُ کما فی "البحر" (۱۳۱)

۱۲۸۔ المبسوط للسرخسی، کتاب الذبائح، باب الأضحیة، ۱۷/۱۲/۶

۱۲۹ الف۔ بدائع الصنائع، کتاب التضحیة، فصل فی شرائط الوجوب، ۲۸۲/۶

۱۲۹ ب۔ غنیة ذوی الأحکام فی بغیة درر الحکام، کتاب الأضحیة، تحت قوله: و شرائطها الإسلام و الإقامة، ۲۶۵/۱

فتح المعین علی شرح الکنز لملّا مسکین، کتاب الأضحیة، تحت قوله: مقیم، ص ۲۷۷

۱۳۰۔ الدر المختار، کتاب الأضحیة، تحت قوله: فی العقبی، ص ۶۴۵

۱۳۱۔ فتح الرحمانی فی فتاوی السید ثابت أبی المعالی، کتاب الحن، ۲۲۶/۱۔ غنیة الناسك،

یعنی، مگر قربانی پس اگر مسافر ہے تو اس پر واجب نہیں ورنہ (یعنی حاجی اگر مسافر نہیں ہے بلکہ مقیم ہے تو وہ وُجوبِ قربانی میں) مکی کی مثل ہے جیسا کہ ''بحرالرائق'' میں ہے۔

دوسرا یہ کہ سوال میں نمازِ عید کے بارے میں پیش کردہ عبارت ''فیسقط عنهم دم الأضحية تخفيفاً عليهم كما سقطت عنهم صلاة العيد إجماعا'' ہے۔

اس عبارت سے قبل یہ ہے کہ

و لعل وجهه أنّه يجبُ على الحاجّ دم قرانٍ أو متعةٍ، و يستحب لهم دم إفراد (١٣٢)

جس کا معنی ہے کہ (حاجی پر قربانی واجب نہیں جب کہ وہ مُحرم ہو اگرچہ اہلِ مکہ میں سے ہو) شاید اس کی وجہ سے کہ حاجی پر دمِ قران یا دمِ تمتع واجب ہے اور اُن کے لئے دمِ افراد مستحب ہے۔

اس میں ملّا علی قاری حنفی نے شاید سے جواب دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ انہیں خود اس پر جزم نہ تھا۔

پھر حاشیہ کے حوالے سے جو عبارت ہے کہ ''إنما تجبُ ...... إذا كان محرماً من أهل مكة'' مناسك ''مُلاّ علی قاری'' میں اسی صفحہ پر ہے:

قال الحدادی: و أما أهل مكة فتجب عليهم و إن كان حجّوا كذا فی الكرخی (١٣٣)

یعنی، حدادی نے فرمایا مگر اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ (اس سال) حج کریں، اسی طرح ''کرخی'' میں ہے۔

١٣٢۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات و كفاراتها، فصل فی أحكام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: يتصدّق بها، ص٥٥٩

١٣٣۔ إرشاد الساری إلى مناسك الملاّ علی القاری، باب الجنايات و كفاراتها، فصل فی أحكام الدعاء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: يتصدّق بها، ص٥٥٩

اور سوال میں ذکر کردہ حاشیہ کی عبارت کے بعد والے حاشیے میں ہے:

(فقد قال الحدادی): یؤیّدہ قول الأتقانی فی "غایۃ البیان": قال القدوری فی "شرح مختصر الکرخی": قال فی "الأصل": و لا تجب الأضحیۃ علی الحاج المسافر، فأما أھل مکۃ فتجب علیھم و إن حجّوا کذا ذکرہ فی "شرحہ" (۱۳٤)

یعنی، شارح "ہدایہ" علامہ اتقانی کا "غایۃ البیان" میں قول اس کی تائید کرتا ہے، فرماتے ہیں امام قدوری نے "شرح مختصر کرخی" میں فرمایا کہ "الأصل" (یعنی مبسوط) میں فرمایا حاجی مسافر پر قربانی واجب نہیں، مگر اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں، اسی طرح اس کی "شرح" میں ذِکر کیا۔

اور امام اعظم امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذہب کو نقل کرنے والے آپ کے جلیل القدر شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی ہیں انہوں نے امام اعظم کے مذہب کو نقل کرتے ہوئے لکھا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں اور اُن کی حاجی سے کیا مراد ہے؟ اس کے لئے شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۹۰ھ کی تشریح اور اس پر علامہ علاؤ الدین کاسانی متوفی ۵۸۷ھ کی تائید اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ محمد ابوالسعود حنفی کی نقل اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ کا فیصلہ اور "فتح الرحمانی" اور "غنیۃ الناسک" میں اس کی نقل اس بات کی بہت بڑی شہادت ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کی حاجی سے مراد مسافر حاجی ہے ورنہ وہ مکی کی مثل ہے۔

اور امام ابوالحسین قدوری متوفی ۴۲۸ھ کا امام محمد کی "الأصل" سے عبارت اس طرح نقل فرمانا کہ قربانی مسافر پر واجب نہیں اور اسے شارح "ہدایہ" علامہ اتقانی کا "غایۃ البیان" میں نقل کرنا اس کی بیّن دلیل ہے کہ امام محمد کی حاجی سے مراد مسافر حاجی ہے۔

اس باب میں فقہاء کرام کی عبارات کا اختلاف امام محمد علیہ الرحمہ کی عبارت کو سمجھنے میں

۱۳٤۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملّا علی القاری، باب الجنایات و کفاراتھا، فصل فی أحکام الدماء، شرائط جوازھا، الشرط الخامس عشر، تحت قولہ: یتصدّق بھا، ص ۵۵۹

اختلاف کا نتیجہ ہے اور اس اختلاف کا حل یہی ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کی عبارت کے حل کرنے میں معتمد فقہاء اور مستند کُتُب پر بھروسہ کیا جائے، اعتماد میں شمس الائمہ سرخسی اور امام قدوری اور علامہ کاسانی سے بڑھ کر کون ہے اور ''مبسوط سرخسی''، ''بدائع الصنائع''، ''غایۃ البیان'' اور ''درمختار'' یقیناً متداول اور قابلِ اعتماد کُتُب میں سے ہیں۔ اس حقیر نے اس باب میں ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ کو لکھے جانے والے ایک فتویٰ میں عبارت کے اختلاف کو بیان کیا تھا اس میں ثابت کیا تھا کہ قربانی کے وُجوب اور عدمِ وُجوب کا مدار اقامت اور سفر پر ہے۔

اسی لئے خاتمۃ المحققین امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی نے عیدالاضحیٰ کی قربانی کے بارے میں لکھا کہ ''وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہے۔ (۱۳۵)

امام اہلسنّت کی مندرجہ بالا عبارت اس میں صریح ہے کہ حاجی اگر مسافر ہو تو اس پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں اور اگر مقیم ہو تو واجب ہے، پھر آپ کے یہ کلمات کہ اگرچہ حج کرے جس کا مطلب قربانی کا تعلّق حاجی یا غیر حاجی کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا تعلق دیگر شرائط کے پائے جانے کے بعد مسافر اور غیر مسافر کے ساتھ ہے، آپ نے اعتبار حج و غیر حج، احرام وغیر احرام کا نہیں کیا، صرف اور صرف سفر اور اقامت کا کیا ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 988-F

مقیم حاجی فقیر شرعی ہونے کی وجہ سے عیدالاضحیٰ کی قربانی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ مقیم شخص حج پر گیا اور اس کا مال کراچی میں موجود ہے جہاں خود ہے وہاں پر قربانی کے نصاب تک کا مال نہیں اور نہ ضرورت کے علاوہ اتنا سامان ہے کہ جو بیچ کر قربانی کر سکیں مگر کراچی میں نصاب سے زیادہ مال موجود ہے تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

(السائل: محمد شہزاد، کھارادر کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں ہوگی کیونکہ قربانی کا وقت مخصوص ہے لہذا جس کے پاس اُس وقت میں نصاب کی مقدار مال نہ ہواور نہ ضرورت سے زیادہ مال ہوتو ایسے شخص پرقربانی واجب نہ ہوگی اگرچہ اپنے وطن میں کثیر مال موجود ہو۔

علامہ نظام الدین حنفی متوفی :۱۱۶۱ھ اور علمائے ھند کی ایک جماعت لکھتے ہیں:

”ولو کان علیه دین بحیث لو صرف فیه نقص نصابه لاتجب و کذا لو کان له مال غائب لایصل إلیه فی أیامه۔“ (۱۳۶)

یعنی: اگراس شخص پر دین ہے کہ اگراس کے مال کواس دین کی ادائیگی میں صرف کرے تو نصاب باقی نہیں رہتا تو ایسے شخص پرقربانی واجب نہیں اسی طرح اگراس کا مال یہاں موجودنہیں ہےاور ایامِ قربانی میں اسے مال وصول نہیں ہوگا تو اُس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔

قربانی کے واجب نہ ہونے کے متعلق امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

”وکذا لو کان له مال غائب لایصل إلیه فی أیام النحر لأنه فقیر وقت غیبة المال حتی تحل له الصدقة بخلاف الزکاة فانها تجب علیه لأن جمیع العمر وقت الزکاة وهذه قربة موقتة فیعتبر الغنی فی وقتها۔“ (۱۳۷)

یعنی: اگراس کا مال یہاں موجودنہیں ہےاور ایامِ قربانی میں اس کے پاس مال وصول نہیں ہوگا تواس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ مال یہاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے فقیر ہے یہاں تک کہ اس کے لیے صدقہ واجبہ لینا حلال ہے بخلاف زکوۃ کی ادائیگی کہ اس پرواجب ہے کیونکہ زکوۃ کا وقت عمر بھر ہے اور

۱۳۶۔ الفتاوی الهندیة، کتاب الأضحیة، الباب الاوّل فی تفسیرها۔۔۔إلخ، ۲۹۲/۵

یہ قربانی قربتِ مؤقت ہے تو اسی وقت میں غنی ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

امام برهان الدین محمود بن صدر الشریعۃ حنفی متوفی: ۵۵۱ھ لکھتے ہیں:

وأما ابن السبيل: فهو المنقطع عن ماله، ويجوز الدفع إليه، وإن كان له مال كثير في وطنه، لأنه غني باعتبار ملك الرقبة فقير باعتبار اليد، فلغيناه وأوجبنا عليه الزكاة، ولفقره أبحناه له الصدقة۔" (۱۳۸)

یعنی: ''اور ابنِ سبیل سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے مال سے منقطع ہو تو ایسے کو زکوۃ دینا جائز ہے اگرچہ اس کا مال اس کے وطن میں کثیر ہو کیونکہ رقبہ کی ملک کے اعتبار سے غنی ہے اور فی الحال فقیر ہے، ہم نے اس پر غنی ہونے کے اعتبار سے اس پر زکوۃ واجب قرار دی ہے اور فقیر ہونے کی وجہ سے اس کے لیے صدقہ (واجبہ) لینا مباح قرار دیا ہے۔

صدر الشریعہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ حنفی متوفی: ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

''اور اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی گزرنے کے بعد وہ مال اوسے وصول ہوگا تو قربانی واجب نہیں۔'' (۱۳۹)

لہذا وہ حاجی کہ جو اپنے وطن میں مالدار ہو اور سفرِ حج میں فقیر ہو جائے اور وہ ایامِ قربانی میں مقیم بھی ہو تو اُس پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہوگی۔

والله تعالى أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 989-F

مسافر حاجی پر ابن السبیل کا اطلاق

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جس مسافر کا کسی مصیبت کی وجہ سے مال ضائع ہو گیا ہو تو کیا اس پر ابن السبیل کے احکام نافذ ہو

۱۳۸۔ المحیط البرهانی، کتاب الزکاة، الفصل الثامن: من یوضع فیه الزکاة، ۲۱۱/۳

سکیں گے؟

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جس مسافر کے پاس سفر میں مال نہ ہو اسے ابنِ سبیل کہتے ہیں جیسا کہ ''التعریفات الفقھیۃ'' میں ہے:

ابن السبیل: ھو المسافر البعید عن منزلہ لہ مال ما معہ۔ (١٤٠)

یعنی، ابن السبیل وہ مسافر ہے جو اپنے گھر سے دُور ہو مالدار ہو اس کے پاس مال نہ ہو۔

اور امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

أمّا قولہ: ابن السبیل: فھم الغائبون عن أموالھم الذین لا یَصِلُون إلیھا لبُعد المسافۃ بینھم و بینھا حتی تلحقھم الحاجۃ إلی الصدقۃ، فالصدقۃ لھم حینئذ مباحۃ، و ھم فی حکم الفقراء الذین لا أموال لھم فی جمیع ما ذکرنا حتی یَصِلوا إلی أموالھم (١٤١)

یعنی، مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان ''ابن السبیل'': پس وہ اپنے اموال سے غائب ہیں جو اُن کے اور اُن کے اموال کے مابین مسافت کی دُوری کی وجہ سے (اموال تک) نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ انہیں صدقے کی حاجت لاحق ہو جائے، تو اُس وقت ان کے لئے صدقہ (لینا) مباح ہے اور اُن تمام اُمور میں جن کا ہم نے ذکر کیا، یہ اُن فقراء کے حکم میں ہیں کہ جن کے پاس اموال نہ ہو یہاں تک کہ اپنے اموال تک پہنچیں۔

لہٰذا ابن السبیل کا اطلاق اسی مسافر پر ہوگا جو سفر میں محتاج ہو جائے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م 990-F

١٤٠ـ قواعد الفقہ الحنفیہ، التعریفات الفقھیۃ، ص١٥٧

١٤١ـ أحکام القرآن، کتاب الزکاۃ، باب قولہ تعالی: إنّما الصدقات للفقراء الآیۃ، ٣٧١/١

عذر

حادثہ منیٰ میں فوت ہونے والوں کو محصر قرار دینا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جولوگ حادثۂ منیٰ میں فوت ہوگئے اور انہوں نے طوافِ زیارت اور باقی مناسک ادا نہیں کیے، کیا اُن کو محصر کہا جائے گا؟

(السائل: از انڈیا)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ اُن کو محصر کس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے جبکہ حج میں مُحصَر تو وہ ہے جو حج کے احرام کے بعد دشمن یا بیماری کی وجہ سے وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت سے روک دیا گیا ہو۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

هو المنع عن الوقوف و الطواف بعد الإحرام فی الحج الفرض و النفل۔" (۱۴۲)

یعنی: "اِحصار نفل اور فرض حج میں احرام باندھنے کے بعد وقوف عرفہ اور طوافِ زیارت سے رُکنا ہے۔

اور ہم احناف کے نزدیک احصار ہر روکنے والے سے متحقّق ہوجاتا ہے جن کی تعداد فقہائے کرام علیہم الرحمۃ نے بارہ لکھی ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی کی "لباب المناسک" اور اس مُلّا علی قاری کی "شرح" میں ہے۔(۱۴۳)

"ان بارہ میں موت کا تذکرہ نہیں ہے جس سے ظاہر ہے کہ موت مُحصِر نہیں ہے اور پھر

۱۴۲۔ لباب المناسک، باب الاحصار، ۵۷۹، ۵۸۰

۱۴۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، ۵۸۱ تا ۵۸۵

اِن بارہ وُجوہ میں سے کوئی وجہ اگر وقوف عرفہ کے بعد پائی جائے تو بقیہ افعال حج سے روکا جانے والا شخص محصر نہیں کہلاتا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی ۹۹۳ لکھتے ہیں:

لووقف بعرفة ثم عرض له مانع لایکون محصراً۔ (١٤٤)

یعنی: اگر وقوفِ عرفہ کرلیا پھر اُسے کوئی مانع پیش آیا تو وہ محصر نہ ہوگا۔

لہٰذا وقوفِ عرفہ کے بعد حادثۂ منیٰ میں فوت ہونے والوں کو کسی طرح بھی مُحصَر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

والله تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م F-991

دمِ احصار ادا کیے بغیر ممنوعات کا ارتکاب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص پاکستان سے مدینہ منورہ آیا وہاں سے اُس نے عمرہ کا احرام باندھا اور وہ مُحصَر ہوگیا کیونکہ اُس کے پاس وزٹ ویزہ تھا اس لئے حکومت کی طرف سے روک دیا گیا تو اس نے مدینہ شریف واپس آکر حلق کروا دیا۔ اور دیگر ممنوعات احرام کا ارتکاب بھی کرلیا جیسے بیوی سے مباشرت وغیرہ اور قربانی سے قبل اُس نے حلق کروایا کیا اُس پر ایک دم ہوگا یا دو؟

(السائل: محمد اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: اِحصار جس طرح حج سے ہوتا ہے اِسی طرح عمرہ سے بھی ہوسکتا ہے چنانچہ قاضی، مفتی مکہ ابو البقاء محمد بن الضیاء حنفی مکی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الإحصار کما یکون عن الحج یکون عن العمرة (١٤٥)

یعنی: اِحصار جیسا کہ حج سے ہوتا ہے عمرہ سے بھی ہوتا ہے۔

١٤٤۔ لباب المناسك: باب الإحصار، ص: ٥٨٦

١٤٥۔ البحر العمیق، الباب الخامس عشر فی الإحصار، ٤/ ٢٠٨٧

ہم احناف کے یہاں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے چنانچہ مفتی وقاضی مکہ

ابن الضیاء حنفی لکھتے ہیں: لنا: قوله تعالیٰ:

﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (١٤٦) أی فإن أحصرتم عن إتمام الحج و العمرة، و أردتم أن تحلّو فعليكم ما تيسّر من الهدی (١٤٧)

یعنی، ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے'' یعنی اگر تم حج اور عمرہ پورا کرنے سے روکے جاؤ اور تمھارا حلال ہونے کا ارادہ ہے، تو تم پر لازم ہے قربانی جو تمہیں میسر آئے۔

پھر اِحصار ہر اُس سے ہوتا ہے جو حج و عمرہ سے روک دے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ اور قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و يتحقّق بكلّ حابسٍ يحبسه (١٤٨)

یعنی، اور اِحصار ہر مانع سے ثابت ہوتا ہے جو اُسے روک دے۔

اور اِحصار بارہ طرح سے ہوسکتا ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و جملتها إثنا عشر وجهاً (١٤٩)

یعنی، اور وہ بارہ وُجوہ ہیں۔

اور اُن میں سے ایک قید ہے اور حکومت کی طرف سے روکا جانا بھی اس میں داخل ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

الثالث: الحبس أی فی السِجّن و نحوه من منع السلطان و لو

١٤٦۔ البقرة ٢/١٩٦

١٤٧۔ البحر العميق، الباب الخامس عشر فی الاحصار، ٢٠٨٩/٤

١٤٨۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الأحصار، ص ٥٨١

١٤٩۔ المسلك التقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، تحت قوله: وهو علی وجوه، ص ٥٨١

بنهيه بعد ماتلبّس بإحرامه (١٥٠)

یعنی، اور اِحصار کی تیسری وجہ قید ہے اور اس کی مثل بادشاہ کی طرف سے ممانعت ہے اگرچہ اُس کے احرام باندھ لینے کے بعد ہو۔

جب یہ بات صاف ہوگئی کہ یہ احصار تھا اب سوال یہ ہے کہ مذکور شخص نے حالت ِاحصار میں احرام سے نکلنے کے شرعی طریقے چھوڑ کر غیر شرعی طریقے کو اپنایا ہے لہذا اب اس کا حل کیا ہے؟

اس کا حل یہ ہے کہ اُس پر اِحصار کا ایک دم تو یقینی ہو چکا، باقی رہی دوسری بات کہ اُس نے دم کے حرم میں ذبح ہونے سے قبل جن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا اُس کا حکم کیا ہوگا تو اُس کا حکم یہ ہے کہ اُس نے جتنے جرم کئے اتنے کفّارے اُس پر لازم ہوں گے اور قضاء بھی، کیونکہ وہ دمِ حصر کے حرم میں ذبح ہونے تک احرام میں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من أفسد حجّه بالجماع إذا أحصر فهو كالذى لم يفسده و عليه دم الإفساد و دم للحصر و القضاء (١٥١)

یعنی، جس نے اپنا حج جماع کے ذریعے فاسد کرلیا جب وہ محصور تھا (وہ) اُس شخص کی مثل ہے جس نے حج کو فاسد نہیں کیا اور اس پر حج فاسد کرنے کا دم اور حصر کا دم ہے اور قضاء لازم ہے۔ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أى: فى وجوب إتيان باقى الواجبات واجتناب سائر المحظورات (١٥٢)

یعنی، باقی واجبات کی ادائیگی اور تمام ممنوعات سے اجتناب کے واجب ہونے میں۔

١٥٠ـ المسلك الملتقسط فى المنسك المتوسط، باب الإحصار مع قوله: الثالث: الحبس، ص ٥٨١

١٥١ـ لباب المناسك مع شرحه للقارى، ص: ٥٨٧

١٥٢ـ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب احصار، تحت قوله: ومن افسد حجه إلخ، ص ٥٨٧

ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب میں یہ شخص ایسے ہی ہے جیسے کسی مُحصَر نے جانور حرم بھیجا تا کہ ذبح کے بعد وہ احرام کھول سکے اور اُس کی طرف سے جانور ذبح ہونے کا جو دن اور وقت تھا اُس نے اُس پر احرام کھول دیا اور ممنوعات احرام اب چونکہ اُس کے حق میں ممنوعات نہ رہے تھے اس لئے اس سے وہ اُمور بھی سرزد ہوئے جو احرام میں ممنوع ہیں بعد میں معلوم ہوا کہ اُس کا جانور ذبح نہیں ہوا تو وہ بدستور حالت احرام میں قرار دیا جائے گا اور اور اُس پر ممنوعاتِ احرام سے احتراز لازم ہوگا اور حرم کی سرزمین پر اُس کے دم کے جانور کے ذبح ہونے سے قبل اُس سے جو جرم سرزد ہوئے اُن کفّارے اُس پر لازم ہوں گے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وصرّحوا بأنه لو ظنّ أن الهدی قد ذبح یوم المُواعَدَة ففعل من محظورات الإحرام شیئاً ثم تبیّن عدم الذبح فیه کان علیه موجَب الجنابة: حتی لو حلق یجب علیه الفدیة (۱۵۳)

یعنی، فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مُحصَر نے اگر یہ گمان کیا کہ اُس کا جانور وعدے کے روز ذبح ہوگیا ہے اور اُس نے ممنوعاتِ احرام میں سے کچھ کیا پھر اس روز ذبح نہ ہونا ظاہر ہوا تو اُس پر مُوجَب جنابت لازم ہے یہاں تک کہ اگر حلق کیا تو اُس پر فدیہ لازم ہے۔

اب اس شخص نے ممنوعات احرام کا ارتکاب اگر اس گمان سے کیا کہ وہ اس طرح احرام سے نکل جائے گا تو اس پر ممنوعات کے ارتکاب پر ایک ہی دم لازم آئے گا جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ کی کتاب ''حیات القلوب فی زیارت المحبوب'' میں مذکور ہے اور اگر وہ جانتا تھا کہ اس طرح وہ احرام سے نہیں نکلے گا حالتِ احرام میں ہمبستری کرنے پر ایک دم لازم آیا اس کے علاوہ اگر اور ممنوعات کا مرتکب ہوا ہوگا اُن کے کفّارے

۱۵۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الاحصار، فصل: فی بعث الهدی تحت قوله: ثم أنه لا یحلّ ......إلخ، ص ۵۸۸

بھی لازم ہوں گے اور دم اِحصار ان کے علاوہ ہے۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م F-992

تاخیر طوافِ زیارت اور حادثہ منیٰ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ابھی حالیہ منیٰ میں حادثہ کی وجہ سے ہزاروں سے زائد افراد شہید ہوئے اور بیشمار افراد وہ ہیں جو بڑی بڑی تکلیفوں سے دوچار ہوئے کسی کے تو اعضاء ہی بے کار ہوگئے الغرض ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ وہ ایام رمی میں رمی کرنے اور ایام نحر میں طوافِ زیارت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اب جب وہ رمی کے ترک اور روبصحت ہوں گے تو طوافِ زیارت میں تاخیر کرنے سے ان پر دم لازم ہوں گے یا نہیں؟

(السائل: جمیل غوری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جو شخص وقوفِ عرفہ کے بعد حج کے باقی افعال ادا نہ کرے تو اس پر متعدّد دم لازم آتے ہیں اور اُن کا حج طوافِ زیارت ادا کرنے سے مکمل ہوجاتا ہے اور دم کتنے لازم آتے ہیں اس کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

"فإن منع حتی مضت أیام النحر فعلیه أربعة دماءٍ۔" (١٥٤)

یعنی: حاجی اگر (بقیہ افعال حج کی ادائیگی سے) روک دیا گیا یہاں تک کہ ایام نحر گزر گئے تو اُس پر چار دم لازم ہوں گے۔

ایک وُقوفِ مزدلفہ کے ترک، دوسرا ترکِ رمی کا، تیسرا طوافِ زیارت کی تاخیر کا، چوتھا تاخیرِ حلق کا، اور اگر حِل میں حلق کروائے تو اُس کا پانچواں دم اور اگر متمتع یا قارن ہے تو ترک ترتیب کی وجہ سے چھٹا دم بھی لازم ہوگا۔

١٥٤۔ لباب المناسک، باب الإحصار ٥٨٦

ترکِ وُقوفِ مزدلفہ: اس کا دم صرف اس شخص پر لازم آتا ہے جو بلا عذر اس وُقوف کو ترک کرے اور اگر کسی معقول عذر کی بناء پر یہ وُقوف ترک ہو گیا جیسا کہ مذکورہ بالا مسئلے میں ہے تو ترک کا دم لازم نہ ہو گا چنانچہ ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وأنّ تركه بعذرلا يوجب الدم لوقدر المنع بعد إمكانه الوقوف بها فعليه دم (۱۵۵)

یعنی: اگر اُسے کسی عذر کی بناء پر ترک کیا تو دم واجب نہ ہو گا، ہاں وُقوفِ مزدلفہ کے امکان کے بعد مانع واقع ہوا ہو تو دم لازم ہو گا۔

ترکِ رمی پر دم لازم آتا ہے ایک یوم کا ترک ہو یا تین ایام کا چنانچہ امام محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

فإن تركها حتى غابت الشمس من آخر أيام الرمى سقط عنه الرمى بفوات الوقتِ، لأن معنى القُربةِ فى الرمى غير معقول، و إنما عرفناه قُربةً بفعلِ رسولٍ ﷺ، و هو إنما رمى فى هذه الأيام فلا يكون الرمى قُربةً بعد مُضيّ وقتها، كما لا يكون إراقة الدّم قربةٌ بعد مُضىّ أيّام النّحر، و إذا لم يكن قُربةً كان عبثاًفلا يشتغل به، وعليه دمٌ واحدٌ عندهم جميعاً، لأن الرمى كلّه نسكٌ واحدٌ وهو واجبٌ فتركه يوجب الجبر بالدّم كما هو مذهَبُنا فى ترك السعى بين الصفاء و المروة، ولايبعد أن يكونَ ترك البعض موجباً للدّم ثم لا يجبُ بترك الكلّ إلا دمٌ واحدٌ كما أن حلق رُبع الرّأس فى غير أوانه يوجب الدم، ثم حلقُ جميع الرأس لايوجب إلا دماً واحدًا، وقصرّ أظافر يدٍ واحدةٍ يوجب الدم، ثم قصرّ الأظافر كلّها لايوجب إلا دماً واحدًا (۱۵٦)

۱۵۵۔ لباب المناسك، باب الإحصار، ص ۵۸٦

۱۵٦۔ المبسوط للسرخسى، كتاب المناسك، باب رمى الحمار، ۲/۴/۵۹

یعنی، پس اگر اُس نے اسی کو ترک کر دیا یہاں تک کہ ایام رمی کے آخری دن کا سورج غروب ہو گیا تو وقت کے فوت ہونے سے اُس پر سے رمی (کا فعل) ساقط ہو گیا کیونکہ رمی میں تو قُربت کے معنی غیر معقول ہیں اور ہم نے اس کا قُربت ہونا رسول ﷺ کے فعل سے جانا ہے وہ صرف ان ایام میں رمی کرنا ہے پس اس کا وقت گزرنے کے بعد رمی قُربت نہ ہو گی جیسا کہ ایام نحر گزرنے کے بعد خون بہانا قُربت نہ ہو گا۔ جب قُربت نہیں ہے تو (یہ فعل) عبث (بے کار) ہو گا جس میں وہ مشغول نہ ہو گا، اور تمام فقہاء کے نزدیک اُس پر ایک دم لازم ہے کیونکہ پوری رمی ایک نُسُک ہے اور وہ واجب ہے، پس اُس کا ترک دم کے ساتھ اس کے تدارک کو واجب کرتا ہے جیسا کہ صفاء و مروہ کے مابین سعی کے ترک میں ہمارا یہی مذہب ہے اور اُن کے بعض کے ترک کا موجب دم ہونا بعید نہیں ہے: پھر کُل رمی کے ترک پر نہیں واجب ہوتا اگر ایک ہی دم جیسا کہ چوتھائی سر کو حلق کے وقت کے غیر میں منڈوایا تو یہ وہ دم کو واجب کرتا ہے پھر پورے سر کا حلق نہیں واجب کرتا اگر ایک ہی دم کو اور ایک ہاتھ کے ناخنوں کو کاٹنا دم کو واجب کرتا ہے پھر تمام ناخنوں کو کاٹنا نہیں واجب کرتا مگر ایک ہی دم۔

کیونکہ یہ جنایت ایک ہی جنس سے ہے اس لئے ایک ہی کفارہ لازم آیا چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ فارسی نے ''محیط'' کے حوالے سے لکھا کہ:

لأن الجنايات اجتمعت من جنسٍ واحدٍ فتتعلّق بها كفارةٌ واحدةٌ كما لو لبس قميصاً و سراويل و قباءً (۱۵۷)

یعنی، کیونکہ ایک ہی جنس کی جنایات جمع ہو گئیں تو اُن کے ساتھ ایک ہی کفّارہ متعلق ہو گا جیسے اگر قمیص، شلوار اور قباء پہن لی۔

لیکن مذکورہ افراد سے رمی کا ترک بھی ایک معقول عذر کی بناء پر ہوا ہے اس لئے اُن پر سے ترکِ رمی کا دم بھی ساقط ہو گا چنانچہ مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

۱۵۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، تحت قوله: وجميع اللباس كله إلخ، ص ۴۳۴

وفیه أیضاً أنه من الواجبات التی یسقط الدم بترکها العذر (۱۵۸)

یعنی: اور اسی (منسک کبیر) میں ہے کہ یہ اُن واجبات میں سے ہے کہ جن کا دم عُذر کی وجہ سے ترک کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔

اور ایام نحر میں حلق یا تقصیر کروانا واجب ہے اور اَیام نحر گزرنے کے بعد حلق یا تقصیر کرے گا یا طوافِ زیارت کرے گا دونوں کا الگ الگ دم لازم آئے گا چنانچہ امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ اور علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ومَن أخّر الحلق حتی مضت أیّام فعلیه دمٌ عند أبی حنیفة رحمة الله، و کذا إذا أخّر طواف زیارة و قالا: لاشیٔ علیه فی الوجهین أی فی تأخیر الحلق و تأخیر الطواف الزیارة، و الأصل فی هذا أن تأخیر النّسك هل یوجب الدم أم لا؟ فعند أبی حنیفة یوجب و عندهما لا (۱۵۹)

یعنی، جس نے حلق کو مؤخّر کیا یہاں تک کہ ایام نحر گزر گئے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس پر دم لازم ہے، اسی طرح طوافِ زیارت کو مؤخّر کیا (تو اُس پر دم لازم ہو گا) اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) فرماتے ہیں دونوں وجوہ میں اس پر کچھ نہیں۔

یعنی، تاخیر حلق اور تاخیر طوافِ زیارت اصل اُس میں یہ ہے کہ تاخیرِ نُسک دم کو واجب کرتا ہے یا نہیں؟ پس امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب کرتا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ میں لکھتے ہیں:

أی تجب الشاة بتأخیر النسك عن زمانه فإن الحلق و طواف

۱۵۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الاتصار، الثانی عشر، تحت قوله: الرمی ص۵۸۶

۱۵۹۔ البنایة شرح الهدایة، کتاب الحج، باب الجنایات، قوله: لأنّ المتروك فهو الأقلّ، ۳۶۶/٤

الزیارۃ مؤقتتان بأیام النحر فإذا أخرهما عن أیام النحر ترك واجباً فیلزمه دم و كذا بتأخیر الرمی عن وقته كما قدمناه و هذا عند أبی حنیفة إلخ (۱۶۰)

یعنی، کسی نُسک کواس کے وقت سے مؤخر کرنے سے دَم واجب ہوتا ہے، پس حلق اور طوافِ زیارت ایام نحر کے ساتھ مؤقت ہیں، پس جب ان کو ایام نحر سے مؤخر کر دیا تو اُس نے ایک واجب کو ترک کر دیا۔ پس اس پر دم لازم آ گیا، اسی طرح اس کو اس کے وقت سے مؤخر کرنا جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا اور یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے۔

لیکن مذکورہ بالا افراد سے ان دو کا ترک بھی ایک عذر کی بناء پر ہوا ہے لہذا ان کا دم اُن پر لازم نہ آئے گا چنانچہ مُلّا علی قاری تاخیر طواف زیارت اور تاخیر حلق پر لزوم دم کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وقد عرفت القاعدة الكلية: اِن ترك الواجب بعذر لایوجب الدم۔" (۱۶۱)

یعنی: تحقیق تو قاعدہ کلیہ تو پہچانتا ہے کہ واجب اگر کسی عذر کی بناء پر ترک کیا تو دم واجب نہ ہوگا

اور حلق یا تقصیر اگر حِل میں کروائے تو اُس پر بھی دم لازم آتا ہے، مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ نے واجبات کے ترک کا ذکر کر کے عذر کی بناء پر سقوط دم کا تذکرہ بھی کیا ہے مگر جب حلق یا تقصیر کے حِل میں کرنے کا ذکر کیا تو سقوط دم کا ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ اگر ایسا کیا تو دم ساقط نہ ہوگا باقی رہا قارن یا متمتع سے ترتیب کا فوت ہونا وہ بھی اگر بعذر ہو تو دم ساقط ہو جائے گا چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

۱۶۰۔ البحر الرائق، كتاب الحج: باب الجنایات، تحت قوله: إذا أخر الحلق إلخ، ۴۱/۳

۱۶۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار: الثانی عشر، تحت قوله: والرمی، ص: ۵۸۶

"وقد عرفتَ أنه يسقطِ د مه بعذر إتفاقاً۔" (١٦٢)

یعنی: تو نے پہچان لیا کہ اس کا دم عذر کی بناء پر بالاتفاق ساقط ہو جائے گا۔

اسی طرح اُن پر ایک دم رہے گا وہ بھی تب جب یہ لوگ حِل میں حلق کروائیں تو دم دینا ...و گا لہذا اُن پر طوافِ زیارت کی ادائیگی لازم رہے گی اس کے بِغیر اُن کا حج مکمل نہ ہو گا اور وہ ...رام میں ہی رہیں گا یہاں تک کہ طوافِ زیارت کر لیں چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر ...غینانی حنفی لکھتے ہیں:

ومَن ترك أربعة اشواط بقى محرماً ابداً حتىٰ يطوفها لأن المتروك أكثر فصار كأنه لم يطف أصلاً۔" (١٦٣)

یعنی: جس نے طوافِ زیارت کے چار چکر چھوڑ دیئے اور ہمیشہ احرام میں رہے گا یہاں تک کہ طوافِ زیارت کرے کیونکہ متروک اکثر ہے گویا کہ اصلاً طواف کیا ہی نہیں۔

یاد رہے کہ ان افراد کے حق میں ترک رمی اور تاخیر طوافِ زیارت وغیرہما کا عذر ہونا ...رف اُسی صورت میں ثابت ہو گا جب یہ لوگ واقعی ایام رمی میں رمی پر کسی صورت قادر نہ تھے ...ر ایام نحر میں طوافِ زیارت کی واقعی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م 993-F

عورت عدت میں ہو تو محصرہ کہلائے گی یا نہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عورت کے ...ق میں عدت احصار کے لئے عذر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کب؟ حج پر جانے سے قبل یا دوران حج؟

(السائل: ایک حاجی مکہ مکرمہ)

١٦...۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، ص: ٥٨٧

١٦...۔ الهداية، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: ومن طاف طواف القدوم، ١۔٢/١٩٨

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں حج فرض
جانے کے بعد حج ادا کرنے کے لیے جو شرائط درکار ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ حج
جانے کے زمانے میں عورت عدت میں نہ ہو وہ عدت چاہے طلاق کی ہو یا وفات کی۔

چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

وکما یشترط المحرم کذا یشترط عدم العدۃ۔(۱۶۴)

یعنی: جیسا کہ محرم کے لئے شرط ہے اسی طرح عدت میں نہ ہونا حج کی شرائط میں سے ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار شرنبلا
حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ حج کے وُجوبِ ادا کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعدم قیام العدۃ (۱۶۵)

یعنی، عدت کا نہ ہونا۔

مُلاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وعدم کونھا فی العدۃ۔"(۱۶۶)

یعنی: اُس کا عدت میں نہ ہونا۔

اور مُلاّ علی قاری دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وعدم العدۃ فی حقھا۔"(۱۶۷)

یعنی: (شرائط ادا کی پانچویں شرط) عورت کے حق میں عدت کا نہ ہونا ہے۔

۱۶۴۔ فتح القدیر، کتاب الحج، تحت قوله: ویعتبر فی المرأۃ، ۲/ ۴۲۴

۱۶۵۔ لباب المناسك، باب شرائط الحج، النوع الثانی بشرائط الأداء، الشرط الخامس، ص: ۸۰
نورالإیضاح مع مراقی الفلاح، کتاب الحج، ص ۳۶۶

۱۶۶۔ لبّ لباب المناسك فی ضمن مجموع رسائل للعدۃ الملا علی القاری، ۳/ ۴۰۱

۱۶۷۔ بدایة السالك فی نهایة المسالك فی ضمن مجموع رسائل العدۃ الملا ع
القاری، الباب الأول فی فرائض الحج، تحت قوله: والوقت، ۳/ ۴۵۸

''لباب المناسك'' کی عبارت کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی من طلاق بائن،أو رجعی أو وفاة أو فسخ۔"(۱٦۸)

یعنی: طلاق بائن یا رجعی یا وفات یا فسخ کی عدت کا نہ ہونا۔''

اور علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ اس کے ''حاشیہ'' میں لکھتے ہیں:

من طلاق بائن أو رجعی أو وفاة لقوله تعالی ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ﴾ (۱٦۹)

یعنی، طلاق بائن یا رجعی یا وفات کی عدت کا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ''تم عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو''۔

اس سے معلوم ہوا کہ عدت اِحصار کا عذر ہے لہٰذا اگر حج پر جانے سے پہلے شوہر کا نتقال ہوا یا شوہر نے بیوی کو طلاق دی تو اب عدت واجب ہو جانے کے سبب عورت معذور و صور ہوگی، لہٰذا اس سال عورت پر حج کی ادائیگی فرض نہ ہوگی اور ایک قول کے مطابق حج ہی رض نہ ہوگا اور پہلا قول اظہر ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

فلو کانت معتدة عند خروج أهل بلدها لا یوجب علیها أی الحج کمافی شرح "المجمع" لابن فرشته: وهو مشعر بأنه شرط الوجوب، وذکر ابن امیر الحاج أنه شرط الأداء،وهو الأظهر فی حکم القضاء۔" (۱۷۰)

یعنی: اگر عورت اس کے شہر والوں کے حج کو بھیجنے کے وقت عدت میں تھی تو اس پر حج واجب نہیں جیسا کہ ابن فرشتہ کی شرح ''المجمع'' میں ہے اس سے

۱٦۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب شرائط الحج،النوع الثانی،الشرط الخامس،ص ۸۰

۱٦۹۔ حاشية الطحطاوی، کتاب الحج، تحت قوله: عدم قیام العدة، ص ۷۲۸

۱۷۰۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب شرائط الحج،النوع الثانی،الشرط الخامس، ص ۸۰

یہ معلوم ہوا کہ یہ وجوب حج کی شرط ہے اور ابن امیر الحاج نے ذکر کیا کہ یہ شرط ادا ہے اور حکم قضاء میں یہی اظہر ہے۔

اور اگر عورت احرام باندھ لے اس کے بعد اس کا شوہر اُسے طلاق دے دے تو اُسے عدت لازم ہو جاتی ہے اور وہ محصرہ ہو جاتی ہے

چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فلو أهلت بالحج فطلقها زوجها و لزمتها العدة صارت محصرة ولو مقيمة أو مسافرة معها محرم (۱۷۱)

یعنی، اگر عورت نے حج کا احرام باندھا پھر شوہر نے اسے طلاق دے دی تو عورت کو عدت لازم ہوگی اور عورت محصرہ بھی ہو جائے گی اگرچہ کہ عورت مقیم ہو یا محرم کے ساتھ سفر پر ہو۔

اور اگر حج پر جانے کے بعد شوہر یا محرم کا انتقال ہوا یا بیوی کو طلاق کی خبر پہنچی تو اب مسافت سفر کا اعتبار ہوگا۔ لہٰذا اگر عورت ایسی جگہ پہنچی کہ جہاں سے دونوں جانب مسافتِ سفر یعنی تین دن سے زیادہ کی راہ ہے تو اگر عزت و آبرو کے ساتھ وہاں رہنا میسر ہو تو عورت محصر ہو جائے گی اور محرم کے آنے تک وہیں رکنے کا حکم دیا جائے گا۔ اور اگر ایسی جگہ پہنچی کہ جہاں سے مسافتِ سفر کم ہو جیسے جدہ تو اب محصرہ نہ ہوگی لہٰذا اب یہاں سے مکہ مکرمہ چلی جائے اور حج کے بعد وہیں قیام کرے حتی کہ اس کا کوئی محرم اس کو لینے کے لیے وطن سے پہنچ جائے

چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فلو أحرمت و ليس لها محرم و لا زوج فهي محصرة كما في "اللباب" و "البحر"، ثم هذا إذا كان بينها و بين مكة مسيرة سفر و بلدها أقلّ منه أو أكثر لكن يمكنها المقام في موضعها و إلا فلا إحصار فيما يظهر (۱۷۲)

۱۷۱۔ ردّ المحتار، کتاب الحج، باب الإحصار، ۶/۳

۱۷۲۔ ردّ المحتار، کتاب الحج، باب الإحصار، ۴/۵

یعنی، پھر اگر عورت نے احرام باندھا اس حال میں کہ اس کا نہ کوئی محرم ہے اور نہ ہی شوہر تو وہ عورت محصرہ ہوگی جیسا کہ (علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی) ''لباب المناسک'' اور (علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کی کتاب) ''بحر الرائق'' میں ہے۔ پھر یہ اس وقت ہے کہ جب عورت اور مکہ مکرمہ کے مابین مسافتِ سفر ہو اور عورت کا شہر مکہ مکرمہ سے کم فاصلے پر ہو یا زیادہ البتہ وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں عورت کے لیے قیام ممکن ہو ورنہ احصار کا حکم نہ ہوگا۔

علماء کرام بعض مسائل میں ضرورت شدیدہ کی بناء پر مذہب غیر کی اتباع کی وقتی اجازت دیتے ہیں، چنانچہ مفتی عبدالواحد قادری لکھتے ہیں: اب چونکہ ہمارے زمانے میں سفرِ حج کے دوران عورت کے محرم یا شوہر کا انتقال ہو جانے یا بیوی کو طلاق ہونے کی صورت میں محارم میں سے کسی کا عورت کے پاس پہنچنا پاسپورٹ، ویزہ، اور ٹکٹ وغیرہ کے مسائل کی بناء پر قدرِ آسان نہیں لہٰذا ایسی صورت میں عندالضرورت مذہبِ غیر کی تقلید کی وقتی اجازت مل سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام شافعی کے مذہب کے مطابق عورت اپنے قافلے میں معتمد وثقہ عورتوں کو تلاش کرے اور ان کے ساتھ سفر کو جاری رکھے یا پھر وطن واپس آجائے دونوں کا اختیار ہے۔ لیکن اس رخصتِ شرعی کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اپنی صوابدید پر کسی عذر کو ضرورت مان کر مذہبِ غیر پر عمل کر لیا جائے۔ شرعی طور پر جب تک ضرورت متحقق نہ ہو مذہبِ غیر پر عمل جائز نہیں اگرچہ کہ مذاہبِ اربعہ برحق ہیں لیکن جو جس مذہب کا مقلد ہے اس پر اسی کی تقلید واجب ہے۔ ملخصاً (۱۷۳)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵م F-994

۱۷۳۔ فتاویٰ یورپ، کتاب الحج، ص ۳۳۱

مقیم حاجی کے فقیر شرعی ہونے کی وجہ سے عید الاضحیٰ کی قربانی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ مقیم شخص حج پر گیا اور اس کا مال کراچی میں موجود ہے جہاں خود ہے وہاں پر قربانی کے نصاب تک کا مال نہیں اور نہ ضرورت کے علاوہ اتنا سامان ہے کہ جو بیچ کر قربانی کر سکیں مگر کراچی میں نصاب سے زیادہ مال موجود ہے تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہو گی یا نہیں؟

(السائل: محمد شہزاد، کھارادر کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں ہو گی کیونکہ قربانی کا وقت مخصوص ہے لہذا جس کے پاس اُس وقت میں نصاب کی مقدار مال نہ ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ مال ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہ ہو گی اگرچہ اپنے وطن میں کثیر مال موجود ہو۔

علامہ نظام حنفی متوفی: ۱۱۶۱ھ اور علمائے ھند کی ایک جماعت لکھتے ہیں:

"ولو كان عليه دين بحيث لو صرف فيه نقص نصابه لا تجب و كذا لو كان له مال غائب لا يصل اليه فى أيامه۔" (۱۷٤)

یعنی: اگر اس شخص پر دین ہے کہ اگر اس کے مال کو اس دین کی ادائیگی میں صرف کرے تو نصاب باقی نہیں رہتا تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں اسی طرح اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی میں اسے مال وصول نہیں ہو گا تو اُس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔

قربانی کے واجب نہ ہونے کے متعلق امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

"وكذا لو كان له مال غائب لا يصل اليه فى أيام النحر لأنه فقير وقت غيبة المال حتى تحل له الصدقة بخلاف الزكاة فانها تجب

علیہ لأن جمیع العمر وقت الزکاۃ وھذہ قربۃ موقتۃ فیعتبر الغنی فی وقتھا۔"(۱۷۵)

یعنی: اگراس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی میں اس کے پاس مال وصول نہیں ہوگا تو اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ مال یہاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے فقیر ہے یہاں تک کہ اس کے لیے صدقہ واجبہ لینا حلال ہے بخلاف زکوۃ کی ادائیگی کہ اس پر واجب ہے کیونکہ زکوۃ کا وقت عمر بھر ہے اور یہ قربانی قربتِ مؤقت ہے تو اسی وقت میں غنی ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

امام برھان الدین محمود بن صدر الشریعۃ حنفی متوفی ۵۵۱ھ لکھتے ہیں:

وأما ابن السبیل: فھو المنقطع عن مالہ، ویجوز الدفع الیہ، وان کان لہ مال کثیر فی وطنہ، لأنہ غنی باعتبار ملك الرقبۃ فقیر باعتبار الید، فلغیناہ وأوجبنا علیہ الزکاۃ، ولفقرہ أبحناہ لہ الصدقۃ" (۱۷۶)

یعنی: ''اور ابنِ سبیل سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے مال سے منقطع ہو تو ایسے کو زکوۃ دینا جائز ہے اگرچہ اس کا مال اس کے وطن میں کثیر ہو کیونکہ رقبہ کی ملک کے اعتبار سے غنی ہے اور فی الحال فقیر ہے، ہم نے اس پر غنی ہونے کے اعتبار سے اس پر زکوۃ واجب قرار دی ہے اور فقیر ہونے کی وجہ سے اس کے لیے صدقہ (واجبہ) لینا مباح قرار دیا ہے۔

صدر الشریعہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ حنفی متوفی: ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

''اور اگراس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی گزرنے کے بعد وہ مال اوسے وصول ہوگا تو قربانی واجب نہیں۔'' (۱۷۷)

۱۷۵۔ بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، فصل: وأما شرائط الوجوب، ۹۶/۵

۱۷۶۔ محیط البرھانی، کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن: من یوضع فیہ الزکاۃ، ۲۱۱/۳

۱۷۷۔ بہارشریعت، اضحیہ یعنی قربانی کا بیان، مسئلہ نمبر: ۸، ۳۳۳/۳

لہٰذا وہ حاجی کہ جو اپنے وطن میں مالدار ہو اور سفرِ حج میں فقیر ہو جائے اور وہ ایامِ قربانی میں مقیم بھی ہو تو اُس پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہوگی۔

و اللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 995-F

تمتع

آفاقی شہرِ حج میں عمرہ ادا کر کے اقامت کی نیت کر لے تو تمتع کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج کے مہینوں میں آفاق سے عمرہ کا احرام باندھ کر آتا ہے اور عمرہ ادا کرتا ہے پھر مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت کر لیتا ہے جب وہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہوگیا تو وہ مکی کے حکم میں ہوگیا تو اسی سال وہ حج بھی کرتا ہے تو اُسے متمتع قرار پاتا ہے اور اس کا جو تمتع درست بھی ہوتا ہے حالانکہ یہ مکی کے حکم میں ہے جبکہ مکی کے لئے حج تمتع ممنوع ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ اِس کے لئے تمتع جائز ہو اور مکی کے لئے ممنوع؟

(السائل: محمد محبوب جیلانی، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں حکماً مکی کے جملہ مسائل میں حقیقی مکی کی مثل نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو یقیناً اُسے بھی حجِ تمتع ممنوع ہوتا حالانکہ اِس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ ہاں یہی آفاقی اگر مکہ مکرمہ کو اپنا وطن بنالے تو اُسے بھی حج تمتع ممنوع ہوگا کیونکہ مقیم ہونے اور وطن بنانے میں فرق ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ولا مریۃ فی تفاوت الحکم بین الإقامۃ والإستیطان۔" (۱۷۸)

یعنی: اقامت اور استیطان (وطن بنانے) کے حکم میں تفاوت میں کوئی شک نہیں ہے۔

۱۷۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب التمتع، تحت قولہ: بالمنع، ۳۸۵

اس لئے آفاقی کے لئے تمتع کا جواز مکہ مکرمہ کو وطن نہ بنانے کے ساتھ مقید ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لأن جواز التمتع للآفاقی مقید بعدم الإستیطان لا بعدم الإقامة۔"(۱۷۹)

یعنی: آفاقی کے لئے جوازِ تمتع عدم استیطان کے ساتھ مقید ہے نہ کہ عدمِ اقامت کے ساتھ۔

آفاقی کے لئے تمتع تب جائز ہوگا جب وہ مکہ مکرمہ کو وطن نہ بنائے اور اقامت کی نیت کرنے سے تمتع کا عدم جواز ثابت نہ ہوگا۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱۵م F-996

۱۷۹۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب التمتع، تحت قوله: بالمنع، ۳۸۵

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت مسلمانوں کے روزمرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے۔ جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نماز عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے۔ جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں
ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا